MONTHLY
Al-Murshid

اکتوبر 2017ء

محرم الحرام/صفر المظفر 1439ھ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ. (رواہ الترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ ذکرِ الٰہی کے بغیر بسیار گوئی (زیادہ کلام کرنے) سے دل میں سختی آجاتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اللہ سے دُور وہ ہے جو سنگ دل ہو۔

اللہ کی بارگاہ ایسی ہے کہ حاضر ہونے والا کوئی بھی خالی نہیں جاتا۔ (صفحہ نمبر 8)

شیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف کیا ہے

انسان روح اور بدن کا مرکب ہے۔ بدن مادی ہے، اُس کے اجزا مادّی ہیں اور وہ مادّی دنیا میں مقررہ مدت تک قیام کے بعد پیوند خاک ہوجاتا ہے۔ روح عالم امر سے ہے اور لطیف ترین ہے۔ اُس کے اجزا یا اعضائے رئیسہ عالمِ امر سے ہیں، اُنہیں لطائف کہا جاتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے بستے انسان دوطرح کی لذتوں سے آشنا ہوسکتا ہے۔ ایک وقتی اور لمحاتی، دنیوی لذتیں اور دوسری ابدی اور اُخروی، حقیقی لذتیں مثلاً ایمان کی حلاوت، قربِ الٰہی اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لذتِ آشنائی۔

دنیا کی لذتوں سے لطف اندوز ہونا مادّی نفس کا شعبہ ہے اور اللہ کریم نے انسانی وجود کو نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے حواسِ خمسہ عطا فرمائے۔ اگر یہ حواس درست نہ رہیں تو انسان کڑوے اور میٹھے کا، اندھیرے اور روشنی کا، رنگینی و بے رنگینی میں فرق نہ کرسکے۔ آوازوں کا طوفان بھی بہرے کے لیے خاموشی ہوتی ہے۔ الغرض یہ حواسِ خمسہ ہی وہ نعمت ہیں جو بدن کو اُس کے وطن یعنی دنیا سے مربوط رکھتے ہیں لہٰذا وہ اپنی تمام ضرورتیں اور لذتیں پاتا ہے۔

اسی طرح روح کے بھی حواس ہیں جو اُسے اپنے وطن سے مربوط رکھتے ہیں اور وہ وہاں کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ان لطائف کا نام قلب، روح، سری، خفی اور اخفا ہیں جنہیں انسانی سینے میں سجایا گیا ہے۔ یہ روشن ہوں تو روح قرب الٰہی کے سفر پر رواں دواں رہتی ہے۔ یہ راہِ سلوک کہلاتی ہے۔ اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ روح میں قوتِ پرواز بڑھتی رہتی ہے اور یہ قوی ہوتی جاتی ہے۔ چونکہ روح عالم امر سے ہے لہٰذا اسے فنا نہیں جبکہ بدن مادّی اور فانی ہے تو اس کے اثر سے مادّی بدن بھی اطاعتِ الٰہی پر چلنا شروع کردیتا ہے۔

ذکر اللہ کے نور سے روح کو پاک صاف کرکے انسان کو باعمل بنانے کا فن تصوف ہے۔ اس کا سرچشمہ آج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں۔ ہر دور میں ایسی ہستیاں جنھوں نے اپنے سینوں کو اُن برکات سے منور کرلیا اور مخلوق کے سینوں میں اُن کو اُنڈیلا، شیخ کہلائے۔ تصوف روح کو زندہ، تروتازہ اور منور رکھنے کا فن ہے۔ اس مجاہدے کے بغیر احسان، خلوص اور تقویٰ جیسی اعلیٰ کیفیات کا حصول ناممکن ہے۔ چونکہ اعمال کا مدار ہی نیت پر ہے چنانچہ اعمال کی صحت بھی صفائے قلب کے بغیر مشکوک ہے۔

ماہنامہ المرشد

اکتوبر 2017ء، محرم الحرام / صفر المظفر 1439ھ

جلد نمبر: 39

شمارہ نمبر: 02

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

مدیر: محمد اجمل

نائب مدیر: محمد ادریس خان

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

انچارج ترسیل حسابات: چوہدری محمد اسلم

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش 1200 روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک 100 ریال

برطانیہ یورپ 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ

امریکہ 60 امریکن ڈالر

فار ایسٹ اور کینیڈا 60 امریکی ڈالر

سرکولیشن رابطہ آفس

ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381, Cell: 0303-4409395, Email: monthlyalmurshed@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست اعلیٰ: الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
سالانہ اجتماع 2017ء کا اختتامی بیان	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	15
اکرم التفاسیر، سورۃ الجاثیہ: 22 تا 26	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	19
شرح مشکوٰۃ المصابیح	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	26
شیخ المکرم کی مجلس میں سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	33
تزکیہ اور آداب شیخ	نوید اشرف (واہ کینٹ)	37
خواتین کا صفحہ	اُم فاران، راولپنڈی	42
بچوں کا صفحہ	ع خاں، لاہور	44
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	50
Translation from Akram-ul-Tafseer	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

ناشر: عبدالقدیر اعوان

انتخاب جدید پریس، لاہور 042-36309053

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:054-3562200, Fax: 054-3562198 Email:daruirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل تفسیر
قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

پھر واضح اور بین دلیلیں اور روشن نشانیاں نازل فرمائیں۔ کلام اللہ خود بہت بڑا معجزہ ہے۔ علاوہ ازیں معجزات نبوی ظاہر وباہر اور بے شمار ہیں۔ ان سے انکار کسی دلیل پر نہیں کر رہے بلکہ ہر مصیبت ان کی بداعمالیوں کی لائی ہوئی ہے کہ بدکاری نے دل کو اقرار کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہے۔ اور یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ یہ تو نسلاً بعد نسل بدعہدی کرتے چلے آرہے ہیں۔ جب بھی اللہ نے کوئی وعدہ لیا ان میں سے کسی نہ کسی فریق نے ضرور عہد شکنی کی بلکہ اکثر نے کی اور عملاً کم ہی لوگ ہوئے جو حق پر رہے۔ وہی حال آج ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد بھی تورات میں موجود مگر ایمان لانے والے کم اور عہد شکنی کرنے والے زیادہ ہیں۔

ولما جاء هم رسول من عند الله...... كانهم لا يعلمون۔

جب اُن کے پاس اللہ کا عظیم الشان رسول تشریف لایا جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا بھی ہے کہ اگر اس کا انکار کریں تو اس پیشگوئی کا کیا کریں جو اُن کی کتاب میں موجود ہے اور جس کی حقانیت کے مدعی بھی ہیں اور خوب جانتے اور سمجھتے ہیں اس ساری بات کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کو حتیٰ کہ حلیہ مبارک تک سب جانتے ہیں مگر دیکھو کس طرح کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال رہے ہیں گویا کچھ جانتے ہی نہیں اور بجائے اتباع نبوت کرنے کے ان علوم کے اکتساب میں لگے ہوئے ہیں جو عہد حضرت سلیمان علیہ السلام میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

واتبعوا ما تتلوا الشيطين على ملك سليمن...... لو كانوا يعلمون۔

ہر اصل کے ساتھ نقل کا وجود ہے یہاں تک کہ اللہ کے مقابلے میں خدائی کے جھوٹے دعویدار موجود۔ انبیاء کے مقابلے میں کذاب اور اولیاء کے مقابلے میں نقال ہمیشہ رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی بابرکت حکومت نے جو جن وانس ہی کو نہیں بلکہ درند و پرند اور ہوا تک کو محیط تھی، جذبہ نقالی کو ہوا دی اور کئی ایسے شوقین پیدا ہوئے جن کو جنات کی تسخیر کرنے کا خبط سا یا، شیاطین نے اس صورتحال سے فائدہ اُٹھایا اور بعض کفریہ کلمات لوگوں کو تعلیم کئے۔ جو کوئی ان الفاظ کو دہراتا، امکانی حد تک شیاطین اس کی مدد کرتے تا کہ یہ کفر سازی قائم رہے۔

ادار یہ

منصب

منصب، رتبہ، عہدہ باہم مترادف الفاظ ہیں۔ بیشک ظاہری طور پر لفظ 'نفس' ان الفاظ کا نہ مترادف ہے اور نہ ہی کسی طرح معنی کے طور پر آتا ہے مگر لفظ 'منصب' کی حقیقت سمجھنے یا اس کا کلی ادراک حاصل کرنے کے لیے لفظ 'نفس' پہ بحث ضروری ہے۔ وجودِ انسانی کے مرکبات تو خلق سے ہیں اور ان ہی کے سبب وجود میں نفسانی کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر 'الانسان' کے معنی میں اُمر کا حصہ داخل ہے جو کہ انسان کے شرف اور خالق کی نیابت کا سبب ہے اور یہ عطا بلا تفریق ہر نوزائیدہ کو نصیب ہے۔ دنیا ابتلا و امتحان کا نام ہے۔ خالق سے دوری نفس کو امارہ کا نام دیتی ہے اور فانی جہان کے فانی مناصب مقصود و مطلوب ٹھہرتے ہیں اور خالق کا قرب نفس کو لوّامہ سے مطمئنہ کی بلندی تک پہنچا دیتا ہے اور یہی کیفیت تو مناصب اولیا کا پتہ دیتی ہے۔

مناصب اولیا پر بات کرنے سے پہلے ایک اصولی بات سمجھنا ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کے دو پہلو ہیں، تعلیمات و برکات۔ آپ ﷺ کی شان تکمیل نبوّت ہے۔ اب قیامت تک مخلوق حق کے لیے درِ مصطفی ﷺ کی پابند ہے اور جب مخلوق اِس در سے ناآشنائی کی مرتکب ہوگی تو صور پھونک دیا جائے گا اور قیامت قائم کردی جائے گی۔ لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ (صحیح مسلم) کا ارشادِ رسول ﷺ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت تک متبع شریعتِ محمدیؐ (بفضلہٖ تعالیٰ) دنیا میں جلوہ افروز رہیں گے۔ یعنی تعلیمات کے امین علماء بھی ہوں گے اور تعلیمات کے ساتھ کیفیات سے مزین قلوب کے حامل اولیاء اللہ بھی ہوں گے۔

احادیث کی روشنی میں سمجھ آتا ہے کہ ہر زمانہ میں پانچ صد افراد ایسے ہونگے کہ جن میں مناصبِ اولیا کی اپنی اپنی حیثیت میں تقسیم رہے گی اور خالی ہونے والی جگہ کے لیے بِر (نیکی) کی راہ کے مسافروں میں سے کسی ابرار کو اللہ کریم کے احسان سے مناصب کی صف میں داخل کردیا جائے گا۔ نقباء، نجباء، ابدال، اخیار، قطب، غوث حزب اللہ کے ذمہ داران ہیں۔ احادیث میں ملتا ہے کہ اللہ کریم مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ان ہستیوں کے وجود کو سبب فرما دیتے ہیں۔ ان مناصب کی ذمہ داریوں میں بعض حصے تکوینی امور کے بھی داخل ہوتے ہیں جیسے حضرت خضر کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ قطب چار ہوتے ہیں قطبِ ابدال، قطبِ ارشاد، قطبِ مدار اور قطب الاقطاب۔ مگر غوث ایک ہوتا ہے ان سب کی ذمہ داریوں پر صوفیا کی مدلل بحث ملتی ہے۔ بعض اوقات غوث نہیں بھی ہوتا تو قطب مدار ان ذمہ داریوں پر بھی مامور ہوتا ہے۔ بہت ہی شاذ ہے کہ غوث سے اوپر صاحبِ منصب کسی دور میں ہو لیکن اگر مخلوق پر مالک مہربانی اور کرم فرمائیں تو غوث ترقی کر کے قیوم بنتا ہے، قیوم کو ترقی نصیب ہو تو وہ فرد بنتا ہے فرد ترقی کر کے قطبِ وحدت بنتا ہے جو کہ بہت ہی کم ہوتا ہے، اگر مالکِ کائنات اپنے کسی بندے کو مزید ترقی عطا کرے تو قطبِ وحدت ترقی کر کے صدیق کے اعلیٰ ترین منصب پہ فائز ہوتا ہے۔ اس کے بعد مناصبِ اولیا کا اختتام ہے۔ آگے جو کچھ ہوتا ہے وہ سمجھایا نہیں جاسکتا کیونکہ آگے مدارج نبوت ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم:19:41) صدیق کے ساتھ متصل نبوت کا ارشاد فرمایا گیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر 14 پر ملاحظہ فرمائیں)

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔ ذات باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

طریقۂ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور پانچویں لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

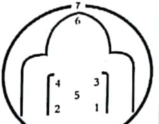

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؀

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قاسم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمۂ مَن وخاتمۂ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر — متاعِ فقیر — آس جزیرہ — کون سی ایسی بات ہوئی ہے — دل دروازہ — نشانِ منزل — سوچ سمندر — دیدۂ تر

نظم

ترے در پہ حاضر ہیں پھر تیرے بندے
تجھی سے مدد کے ہیں طالب خدایا

ہے شکوہ بہت سا گلہ بھی تجھی سے
اگرچہ ہے دل سے تجھے بھی بھلایا

جو پیغام تیرا ملا ہم کو یا رب
اسے چوم کر آنکھ سے ، تو لگایا

تلاوت بھی کرتے ہیں پڑھتے ہیں شب کو
ہے اس کو وظیفہ بھی ہم نے بنایا

ہے کردار اپنا مگر اس سے خالی
اسے نوک پر ہے زباں کی سجایا

لباس اور حلیہ ہے نصرانیوں کا
تمدن ہے ہندو کا اپنا بنایا

معیشت یہودی سے لے لی ہے ہم نے
سیاست میں ہے کفر نے رنگ جمایا

(دیدۂ تر سے ماخوذ)

اقوالِ شیخ

(1) بیعت خلوص سے کی جائے اور حصول برکات کی نیت سے کی جائے پھر اپنی نیتوں، ارادوں اور قلبی کیفیات پر محاسبہ کی نگاہ رکھے۔ (بیعت کیا ہے، صفحہ:9)

(2) حفاظت الٰہیہ یہ ہے کہ بندے کو فیصلہ کرتے وقت اللہ کی مدد حاصل ہو جاتی ہے اور بندہ نیکی کا فیصلہ کرتا ہے برائی کا نہیں۔ (بیعت کیا ہے، صفحہ:10)

(3) دردِ دل ملتا ہی صالحین کی صحبت سے ہے۔ (بیعت کیا ہے، صفحہ:10)

(4) دردِ دل سے حفاظتِ الٰہیہ نصیب ہوگی۔ شیطان سے دفاع نصیب ہوگا۔

(بیعت کیا ہے، صفحہ:10)

(5) بیعت کے بعد جب محنت کی، مجاہدہ کیا تو اب اس کا امتحان ہوگا، مسجد میں اور مسجد کے باہر۔

(بیعت کیا ہے، صفحہ:12)

(6) اپنے ذکر کی آزمائش میدان عمل میں کرو۔ کاروبار حیات میں، بیوی بچوں اور دوستوں کے ساتھ برتاؤ میں کرو۔ (بیعت کیا ہے، صفحہ:12)

(7) صوفی کے لیے یہ کمزوری ہے کہ وہ یہ سوچے لوگ کیا کہیں گے۔

(بیعت کیا ہے، صفحہ:12)

(8) خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا ہی اصل ایمان ہے۔

(بیعت کیا ہے، صفحہ:12)

(9) جب کوئی اللہ کا ہو جاتا ہے تو بڑی سے بڑی رکاوٹ اُسے اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکتی۔

(بیعت کیا ہے، صفحہ:12)

(10) دل تب مانے جب دل میں اللہ ہو۔ (طبیب دل تلاش کرو، صفحہ:14)

13 اگست 2017ء

سالانہ اجتماع 2017ء کا اختتامی بیان

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس سال کا یہ اجتماع خیر و عافیت سے اللہ کی یاد میں بسر ہوا۔ اللہ کریم نے سب کو نوازا، خالی کوئی نہیں رہا، ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ پایا۔ اللہ کی بارگاہ ایسی ہے کہ حاضر ہونے والا کوئی بھی خالی نہیں جاتا۔ میں بات مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے ارشاد سے شروع کرنا چاہتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہِ ثنا نیستؐ
خدا خود مدح خوانِ مصطفیٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیان کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد
محمد از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو عشق مصطفیٰ را
دگر لب وا مکن مظہرؔ فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

وہ فرماتے ہیں کہ اللہ اس انتظار میں نہیں ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں، وہ اس سے وری الوریٰ ہے، وہ ہماری تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ اس کو ہمارے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم محتاج ہیں، ہم ضرورت مند ہیں اور اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

محمد چشم بر راہِ ثنا نیستؐ

وہ کسی کا انتظار نہیں کر رہے کہ وہ میری نعت کہیں اور وہ میری تعریف کریں اور وہ میرے معجزات بیان کریں، انہیں بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ

محمد حامد حمد خدا بس

اگر ایسی ہزاروں کائناتیں بھی ہوں تو جو اللہ کی ثنا اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسی کوئی نہیں کر سکتا وہ کافی ہے اور

خدا خود مدح خوانِ مصطفیٰ بس

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت جو اللہ نے بیان فرمائی ہے، جو فضائل اللہ نے بیان فرمائے ہیں، کوئی اس کا ثانی نہیں ہے تو یہاں بھی کسی کی ضرورت نہیں۔

مناجاتے اگر باید بیان کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

اگر تم مانگنا ہی چاہتے ہو ضرور مانگو لیکن میرے اس شعر سے آگے نہ بڑھو۔ کیا شعر ہے؟

محمد از تو می خواہم خدا را

بارگاہِ رسالت سے مانگنا ہے تو اللہ مانگو۔ جہاں سے اللہ ملتا ہے وہاں سے تم دال روٹی مانگتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی اگر بارگاہِ نبوی سے کوئی چیز مانگنی ہے تو کہو مجھے اللہ سے ملا دے۔

محمد از تو می خواہم خدا را

یہ اللہ کے بندوں کی باتیں ہیں، یوں سمجھیں ہم کسی سے کہتے ہیں، میرے بچے کو ملازمت دلا دو، وہ کہتا ہے چھوڑ یار اس بات کو، آ میرے ساتھ چل میں تمہاری وزیر اعظم سے دوستی کرا دیتا ہوں۔ آپ کو وہ بات یاد رہے گی، آپ تو ادھر ٹوٹ کر جائیں گے۔ پھر آپ وہاں چلے جاتے ہیں، وہ آپ سے بڑے اچھے طریقے سے، پیار سے پیش آتے ہیں، محبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں یار تیرا میرا اب تعلق بن گیا ہے تو تو روزانہ پانچ مرتبہ میرے پاس آیا کر۔ آپ کو پھر دنیا کا کوئی اور کام یاد نہیں رہے گا، کوئی پکڑ کر باندھتا بھی رہے تو آپ کہیں گے مجھے جانا ہے، مجھے مل کر آنا ہے۔ وزیر اعظم میرا انتظار کر رہا ہے۔ بھلا وزیر اعظم کی حیثیت کیا ہے؟ جب پکڑا جاتا ہے تو گولی مار دی جاتی ہے یا پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے یا جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ اس دنیوی عہدہ پر فائز شخص کا بلاوا آئے تو بندہ کس شوق اور لگن سے حاضری دیتا ہے۔ بارگاہِ الٰہی کی کیا شان ہے! فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مانگنا ہے تو اللہ مانگو، یہ کیا جھک مارتے ہو" بھر دو جھولی میری" اور جھولی پھیلائے دولت دنیا مانگتے ہو۔ بارگاہِ رسالت ﷺ سے مانگنا ہے تو اللہ مانگو، وہ تمہیں اس کے روبرو کر دیں گے پھر وہ تمہیں اپنی بارگاہ میں قبول کر لے گا، تمہیں کہے گا پانچ دفعہ روزانہ ملا کر، جب جی چاہے آیا کر لیکن کم از کم پانچ دفعہ تو لازمی ہے۔ کاموں سے فارغ ہو کر سارا دن، ساری رات میرے پاس بیٹھا رہ، جب جی چاہے آجایا کر۔

فرمایا، اللہ سے مانگنا ہے تو پھر ایک ہی بات ہے، وہ روزی نہ مانگنے والوں کو دے رہا ہے۔ بیٹے اولاد دنیوی کام کافروں، مشرکوں کے کر رہا ہے، تمہیں اگر مانگنا ہے اللہ سے مانگنا ہے تو

خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

اللہ سے مانگنا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگو، عشق مانگو۔ پتا ہے عشق کیا ہوتا ہے؟ انسان کے اندر اللہ نے ایک کیفیت رکھی ہے جو چیز اسے بہت پسند آجائے، بہت زیادہ اچھی لگے وہ اس پہ فدا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے لیے دیوانہ سا ہو جاتا ہے، ہر قیمت پہ اس چیز کو پانا چاہتا ہے۔ جب یہ حالت شروع ہوتی ہے تو اس کو محبت کہتے ہیں کہ اسے فلاں چیز سے بڑی محبت ہے۔ جب وہ دیوانگی کی حدیں پھلانگ جاتی ہے تو پھر کہتے ہیں اسے عشق ہو گیا۔ تو اللہ سے مانگنا ہے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم مانگو۔ دنیا کی نعمتیں تو اللہ کریم نے کافروں پر بھی بند نہیں کیں، اس نے آکسیجن بند نہیں کی، سورج کی گرمی بند نہیں کی، بارشیں نہیں روکیں، فصل نہیں روکی، ان کے کارخانے نہیں روکے۔ وہ بھی جی رہے ہیں، روزی کھا رہے ہیں، لباس پہن رہے ہیں، ناچ گا رہے ہیں، شرابیں پی رہے ہیں۔ اس نے ان کی شرابیں بھی بند نہیں کیں، پینا چاہتے ہیں پیتے رہیں، وہ انہیں انگور بھی دے رہا ہے، انہیں تمام مادی نعمتیں دے رہا ہے اور بن مانگے دے رہا ہے۔ اللہ کریم سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مانگو۔

نہ پوچھو یہ مجھ سے کہ کیا مل گیا
خدائی میں مجھ کو خدا مل گیا

بارگاہِ رسالت میں فنا ہو جاؤ گے تو اللہ کی بارگاہ پا لو گے۔ حضورِ حق پا لو گے، خدائی میں خدا کو پا لو گے۔

دگر لب وا مکن مظہرؔ فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

اس کے علاوہ لب ہی مت کھولو کہ ضرورت سے زیادہ بات کرنا فضول ہوتی ہے، بے فائدہ ہوتی ہے۔ بارگاہِ رسالت سے مانگنا ہے تو اللہ کو مانگو، اللہ سے مانگنا ہے تو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم مانگو۔ انہوں نے ان چند اشعار میں مسلمانوں کے لیے راستہ متعین کر دیا ہے جو عین قرآن و حدیث کا مفہوم ہے۔ سارے قرآن کا ماحصل یہی ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ سارے قرآن کا حاصل سورۃ فاتحہ میں ہے۔ ان سات آیات میں وہ خلاصہ ہے، وہ نچوڑ ہے جو تیس پاروں میں ہے۔ سورۃ فاتحہ کا خلاصہ بسم اللہ شریف میں ہے۔ بسم اللہ

الرحمن الرحیم کا خلاصہ سارے قرآن کا ماحصل بسم اللہ کی پہلی 'ب' میں ہے۔ فرماتے تھے 'ب' تلبس کی ہے، جوڑنے کی ہے۔ بسم اللہ جب کہتے ہیں تو ساتھ اللہ کے نام کی یہ بائے تلبس ہے اور مخلوق کو اللہ سے جوڑنا ہی سارا دین ہے۔ یہی سارا قرآن ہے، یہی ساری حدیث ہے کہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جائے تو یہ بائے تلبس ہی مومن کے لیے کافی ہے، یہی سارے قرآن کا ماحصل ہے۔ ہم انسان ہیں، انسانوں کی دنیا میں رہتے ہیں جس میں بہت بگاڑ آچکا ہے۔ ہماری اُردو زبان کا بڑا پرانا محاورہ ہے کہ ''کنوئیں میں بھنگ پڑگئی ہے''، لوگ بھنگ پیتے تھے اور دیوانہ ہوجاتے تھے، پاگلوں کی طرح پھرا کرتے تھے۔ تو کسی بزرگ نے ایک جملہ کہا تھا کہ کنوئیں میں بھنگ پڑ گئی ہے۔ جب سارا گاؤں کنوئیں سے پانی لیتا ہے تو کنوئیں میں ہی بھنگ ڈال دی جائے تو کون بچے گا؟ کہتے تھے کہ معاشرہ بگڑ گیا ہے، سارا معاشرہ ہی لگتا ہے کہ نشئی ہوگیا ہے، کسی کو اپنے بھلے برے کی تمیز نہیں رہی۔ یہ آج سے کئی سو سال پہلے کا جملہ ہے۔ اب ہم کہاں پہنچ چکے ہیں، معاشرہ کہاں پہنچ چکا ہے، بے حیائی کن سرحدوں پر پہنچ چکی ہے! آج وہ بزرگ ہوتے تو شاید پھر مرجاتے۔ اگر آج انہیں اللہ زندگی دے اور آج کے معاشرے کو دیکھیں تو کہیں گے یا اللہ! موت دے دے۔ جو اُس معاشرے سے تنگ تھے جو آج سے صدیوں پہلے تھا، وہ آج کو دیکھتے تو پھر مرجاتے! معاشرے کی غلاظت، بے حیائی، کفروشرک، ظلم وجور سے بھرا یہ عجیب دور ہے۔ حکومتیں لوگوں کو قتل کررہی ہیں۔ حکومتیں حکومتوں سے لڑرہی ہیں۔ ایک ملک میں، آپ اپنے ملک میں دیکھ لیں، چار صوبے ہیں لگتا ہے چار ملک ہیں۔ ہر ایک دوسرے سے دست و گریباں ہے۔ اس کا یہ ہوگیا، میرا نہیں ہوا، اس کا یہ ہوگیا۔ تم کون ہو، وہ کون ہے؟ ایک ملک کے چار صوبے ہیں ہیں، اپنا اپنا کام کرو، ایسے لگتا ہے چار ملک آپس میں لڑرہے ہیں، تحصیل لڑرہی ہیں، یونین کونسل کے ممبران تک میں لڑائی ہے۔ ایک دوسرے سے لڑرہے ہیں، اس کی گلی بن گئی، میری نہیں بنی۔ عام آدمی کا بھی یہی حال ہے، روزانہ خبریں بتاتی ہیں کتنی عزتیں لٹتی ہیں، کتنے ڈاکے پڑتے ہیں، کتنے قتل ہوتے ہیں۔ آج ایسا وقت ہے جس میں ہم جی رہے ہیں کہ شہروں میں خطرہ ہے اور جنگل محفوظ ہیں۔ ایک زمانہ تھا لوگ ویرانوں سے ڈرتے تھے، آبادیوں میں آجاتے تھے۔ اب آبادیوں میں خطرہ ہے اور جو لوگ جنگلوں میں جابسے ہیں وہ محفوظ ہیں۔ اس زمانے میں جس بندے کو اللہ یہ توفیق دے کہ وہ اس کی بارگاہ کا حاضر باش ہوجائے پھر اسے یہ توفیق دے کہ اوروں کو بھی اس بھیڑ بھاڑ، اس طوفانِ بدتمیزی، اس لڑائی بھڑائی سے بچا کے لے آئے۔ یہاں تو امن ہی امن ہے، موج ہی موج ہے، سکون ہی سکون ہے، کتنی بڑی نعمت ہے! آپ دارالعرفان میں بیٹھے ہیں، اللہ نے اسے جائے امن بنا دیا ہے۔ یہاں کوئی جھگڑا، کوئی لڑائی، کوئی کسی کو طعنہ کوئی کچھ بھی نہیں ہے۔ لوگوں کے مختلف مسالک ہیں ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے، اپنے مسلک پہ، جسے ہم حق سمجھتے ہیں اس پہ قائم ہیں لیکن کوئی کسی مسلک کا بھی آجائے تو اسے کبھی دارالعرفان میں کسی نے نہیں روکا ہے۔ اللہ نے اسے اختیار دیا ہے وہ جس مذہب پہ رہنا چاہتا ہے رہے۔ ہمارے ہاں جو ہمارا صفائی کرنے والا خاکروب ہے، اس کا کام غسلخانوں اور گٹروں کی صفائی ہے۔ مذہب اس کا عیسائی ہے، اس کے بچوں نے میرے بچوں کے ساتھ پڑھا ہے، وہ آج کل اچھی ملازمتوں پر ہیں۔ یہ عبدالقدیر اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کے بچے بھی پڑھتے رہے ہیں۔ انسان وہ بھی ہے بچے اس کے بھی انسان کے بچے ہیں۔ یہاں سکون ہے، کوئی جھگڑا، کوئی لڑائی، کوئی تکلیف اسے بھی نہیں ہے۔ اللہ نے اسے مذہب کا اختیار دیا ہے جو مرضی ہے رکھے۔ جواب اللہ کو دینا ہے، ہمیں تھوڑا دینا ہے۔ اگر یہ فضا اس ملک کی بن جائے، زمین پر جنت نہ بن جائے؟ تو آپ لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے صدقے اللہ کی بارگاہ میں رسائی نصیب ہوئی، حضورِ حق نصیب ہوا، خواہ ایک لطیفہ ہوگیا لیکن حضوری تو نصیب ہوگئی، چند لمحے سہی اس بزم میں داخل تو

ہو گئے۔

کسی نے دروازہ بند تو نہیں کیا، جتنی محنت کرو، جتنا حلال کھاؤ، جتنا سچ بولو، جتنا شریعت پہ عمل کرو، ساتھ میں جتنا مجاہدہ کرو آگے بڑھتے جاؤ، آگے بڑھتے جاؤ، آگے بڑھتے جاؤ، ساڑھے چودہ سو برس کا فاصلہ ہے عہدِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور آج میں! آپ ساڑھے چودہ سو سال کا فاصلہ عبور کر کے بیعت کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔ کوئی سوچ سکتا ہے! گزرے کل کو پانا ممکن نہیں ہے۔ کہاں پندرہ سو سال! اور کیا چاہیے! پھر اگر یہ بندہ کوتاہی کرے، سستی کرے تو اللہ ہمیں معاف کرے، میں سمجھتا ہوں اس کا جرم کافر سے بھی بڑھ جائے گا، اس کی سزا وہ جو باہر کھڑا ہے، جو کہتا ہے اس محفل میں، میں نے آنا ہی نہیں، اس سے بڑا مجرم ہوگا جو یہ ساری لذتیں پا کر پھر اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا وہ اس سے دوگنا مجرم ہے۔ ہماری ظاہری عقل کی رسائی مادے تک ہوتی ہے، مادی عہدے ملیں تو ان کا بڑا پاس رکھتے ہیں۔ ارے مادی نظر تو گدھوں کو بھی ملی ہوئی ہے۔ دھوپ ہو تو گدھا بھی سایہ تلاش کر لیتا ہے۔ بھوکا ہو تو وہ بھی چارہ تلاش کر لیتا ہے۔ وہ بھی بچے پال لیتا ہے، اگر انسان کی بھی وہی نظر رہی تو اس کی اور جانوروں کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ اسی لیے تو قرآن فرماتا ہے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ (الاعراف:179) جو اس چیز سے محروم ہے، جانوروں کی طرح ہے۔ جانور ہیں جی رہے ہیں، کھا پی رہے ہیں، بچے پیدا کر رہے ہیں، مرجائیں گے۔ انسان ہو کر حیوانوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں! کیا فرق پڑتا ہے اور آج تو یہ طوفان اپنی انتہا کو چھو رہا ہے، کتنے خوش نصیب ہیں آپ لوگ اس تاریکی میں، اس اندھیرے میں، اس ظلمت میں اللہ نے نور کا ایک دروازہ، ایک اور جہان دے دیا۔ آپ بھی یہی اناج کھاتے ہیں، سوتے جاگتے ہیں لیکن بستے ادھر ہیں۔ دن رات آپ کی روح وہاں ہوتی ہے اور کیا چاہیے۔ یہی کمال شیخ کا ہوتا ہے۔ اللہ کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے حضرتؒ پر، ایک اللہ کے بندے نے کروڑوں لوگوں کو سکون سے اور نور سے آشنا کر دیا۔

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا تو چیزوں کی قدر کرنی چاہیے۔ ایک بندہ مر رہا ہے اسے کوئی آ کر دوائی پلاتا ہے۔ ایک گھونٹ یا ایک گولی یا ایک چمچ اور وہ جی اُٹھتا ہے۔ اس ایک چمچ کے لیے وہ اس کا زندگی بھر ممنون رہتا ہے تو جس کے طفیل مردہ روحوں کو حیات مل جائے وہ کس قدر حقدار ہے کہ اس کا احسان مانا جائے۔ شیخ اللہ کی عظیم نعمت ہوتا ہے۔ اس ایک بندے کے طفیل اللہ کریم نے ہمیں یہ در دکھا دیا، یہ توفیق بخشی۔ یہ کروڑوں لوگ جو روئے زمین پر اللہ اللہ کر رہے ہیں، جتنا ایک بندے کو درجہ مل رہا ہے اس کا سارا جمع کریں تو حضرتؒ کو جا رہا ہے، وہ بھی انسان تھے، یہی زمین تھی، یہی ملک تھا، یہی لوگ تھے، یہی ضرورتیں تھیں، اللہ کے بندے نے ساری زندگی سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے، یہ بچیس پچیس سال جو لوگ ساتھ رہے، ان سے پوچھو کبھی کوئی اور بات بھی آپؒ کی زبان پہ ہوتی تھی؟ سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے ایک ہی کام ہے، اسی میں لگے رہتے تھے اور اسی میں لگے لگے دنیا سے چلے گئے۔ میں نے جنازہ پڑھایا تھا، رخِ انور ایسے لگتا تھا جیسے سورج زمین پر اُتر آیا ہے، ساری زندگی آپؒ کا رنگ گہرا گندمی تھا اس دن کیمرے کی آنکھ نے بھی یہ دیکھا۔ میرے پاس اس دن کی حقیقی تصویر اب بھی محفوظ ہے۔ تصویر بھی دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے، زندگی کی تصویر ساتھ رکھ لیں اور جنازے کی تصویر رکھ لیں پتا چلتا ہے نور برس نہیں رہا تھا، نور پھوٹ رہا تھا۔ اللہ کے ایک بندے نے جس نے ساری عمر یہ نہیں کہا کہ میری یہ بات مانو، میرے لیے یہ کرو بلکہ فرمایا اللہ کے لیے کرو، اللہ کا یہ حکم ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند ہے۔ اگر کسی کو عزت بھی چاہیے تو اس میں نہیں ہے کہ میری مانو اور میری عزت ہو، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانو۔ عزت اللہ کے پاس ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (آل عمران:26) آپ لوگوں کے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ڈالیں، وہ لوگوں کے

دلوں میں آپ کی عزت ڈال دے گا۔ آپ لوگوں سے عزت مانگیں گے، لوگ آپ کو ذلت دیں گے۔ سیدھا سا قانون ہے آپ چاہیں گے کہ لوگو میری عزت کرو، میرے گھٹنے دباؤ، میرے پاؤں کو ہاتھ لگاؤ، مجھے سجدے کرو، میرے ہاتھ چومو اللہ آپ کو رسوا کر دے گا، دس لوگ آپ کے ہاتھ چومیں گے، بیس آپ کو گالیاں دیں گے۔ ایسا ہی ہوتا ہے ناں! آپ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات منوائیں گے وہ دشمنوں کے دلوں میں بھی آپ کی عزت ڈال دے گا، رعب ڈال دے گا۔ حکومتیں بھی ایسے بندے کو چھیڑنے سے کترائیں گی، وہ ایک بندہ ہے، کیا کر لے گا؟ لیکن نہیں، جرأت نہیں کریں گے کیونکہ وہ بندہ ایک نہیں ہے اس کے ساتھ اللہ کی طاقت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہے۔ وہ اکیلا نہیں ہے۔ حکومتیں کیوں لرزتی ہیں؟ اسی لیے عزت بھی چاہیے تو اپنی نہ منواؤ اللہ کی بات کرو۔ عزت یہاں سے ملتی ہے، لوگوں سے نہیں ملتی۔ عزت کے، ذلت کے فیصلے اللہ کی بارگاہ سے ہوتے ہیں وہ جب چاہتا ہے، عزت دیتا ہے، جب چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران:26) سب بھلائیاں تیرے دست قدرت میں ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے کو

صبح کے تخت نشین شام کے مجرم ٹھہرے۔ ہم دیکھتے نہیں ہیں کہ صبح ایک بندہ بادشاہ ہوتا ہے، ملک کا حاکم ہوتا ہے، شام کو اسے عام سے دو سپاہی ہتھکڑی لگائے پھرتے ہیں۔ یہ عزت اسکی بارگاہ میں ہے، اللہ کے بندوں کو بھی لوگوں نے پکڑ کر پھانسی دے دی، گولی مار دی، قتل کر دیئے گئے ان کے جسم کو فنا کر سکے؟ کبھی لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت نکلی ہے؟ ان کی عزت کو اور چار چاند لگ گئے۔ ان کی قبر کی مٹی بادشاہوں سے زیادہ محترم ہوگئی۔ عزت تو ان سے کوئی نہیں چھین سکا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون:8) عزت اللہ کے لیے، اللہ کے رسول کے لیے ہے اور وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کا حق ہے لیکن آپ مطالبہ نہیں کر سکتے، آپ اپنے آپ کو مومن ثابت کریں، آپ کو عزت وہ اوپر سے عطا ہوگی، عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے، اللہ کے رسول کے لیے ہے اور پھر مومنوں کا حق ہے۔ جب آپ کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی، آپ کے دل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہوگی تو پھر آپ مومن ہوئے اور مومن کو عزت وہاں سے ملتی ہے، یہاں سے نہیں۔ لوگوں سے مانگو گے تو ذلت ملے گی۔ تو ہر ساتھی سفیر ہے، بارگاہِ رسالت کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی تک میرا ایک جملہ بھی پہنچے تو میری طرف سے آگے پہنچاؤ۔ اپنا کہہ کر نہیں کہ بڑی دانائی کی بات ہے، میں بڑا دانا ہوں، نہیں نہیں نہیں! کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ میری طرف سے آگے پہنچاؤ۔ ایک جملے والا سفیر ہے تو جسے برکاتِ نبوت قلبِ اطہر پیمبر سے ملیں اور اگلے کے دل کو سیراب کر سکیں تو وہ تو اعلیٰ درجے کا سفیر ہوا۔ لیکن یاد رہے! سفیر مسلط نہیں کر سکتا، سفیر دعوت دے سکتا ہے۔ اگلے کے نصیب، قبول کر لے، بہت اچھی بات، نہ قبول کرے اس کی مرضی، کوئی ناراضگی نہیں ہے۔ اسی طرح جن احباب کو اللہ کی طرف سے کام کرنے کی توفیق ہوتی ہے صاحب مجاز بنا دیئے جاتے ہیں، یہ خزانچی ہوتے ہیں۔ بارگاہِ رسالت کے، ان کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا، میری آپ کی طرح ہی ہوتے ہیں جب لنگر تقسیم ہوتا ہے ناں تو سارے تو نہیں لیتے لوگ صفوں میں بیٹھ جاتے ہیں، چند لوگوں کی خدمت کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ انہیں کھانا دانا وہاں سے لے کر پہنچائیں۔ یہ صاحب مجاز ہوتے ہیں، یہ وہ ہوتے ہیں جو ہانڈی سے سالن لیں اور چھابے سے روٹیاں لیں اور جو بیٹھے ہیں ان تک پہنچائیں۔ یہ وہ خادم ہوتے ہیں۔ لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہوتے ہیں یہ انہیں کیفیاتِ قلبی پہنچانے کے امین ہوتے ہیں اور وہ گھر سے نہیں

لاتے، عطا ہوتی ہیں بارگاہِ رسالت سے۔ شیخ کے سینے میں آتی ہیں۔ شیخ کے سینے سے ان کو منتقل ہوتی ہیں۔ یہ آگے تقسیم کرتے ہیں لہٰذا ہر صاحب مجاز کو اپنی حیثیت یاد رکھنی چاہیے۔ ایک بڑی عجیب بات ہے اور یہ حضرتؒ کے زمانے سے میں نوٹ کر رہا ہوں جب کچھ لوگوں کے مزاج بگڑتے تھے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی کوئی بات ناگوار گزرتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطاب فرماتے تو عمومی طور پر اس بات کی تردید فرمایا کرتے کہ یہ مناسب نہیں ہے، لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے، اس بندے کو Point out حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے تھے کہ بندے کی جو Self Respect ہے اس کا لحاظ فرماتے تھے کہ لوگوں میں یہ رسوا نہ ہو۔ عمومی طور پر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے لوگو! ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ یہی سنت طریقہ اہل اللہ کا ہے، تو جب اس وقت بھی ساتھیوں سے غلطیاں ہوتیں، غلطی وہاں سے شروع ہوتی ہے کہ جب شیطان یقین دلا دیتا ہے کہ تُو تو نیک ہے، پارسا ہے، تُو تو ٹھیک ہے، تجھے کسی کی اب ضرورت نہیں۔ اب ان لوگوں کو ضرورت ہے۔ تو جب بیان ہوتا تھا تو عمومی ہوتا تھا لیکن درحقیقت ان چند لوگوں کے لیے ہوتا تھا جو بھٹک رہے ہوتے تھے۔ ہوتا عمومی تھا اور بڑی عجیب بات تھی جن کے لیے ہوتا تھا وہ کہتے تھے یہ دوسروں کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں ہے اور جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے لئے نہیں ہے بالآخر وہ جماعت میں نظر نہیں آئے اتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔ تو میں تو خود جو باتیں آپ تک پہنچاتا ہوں، آیات کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہوں، حدیث شریف کی شرح کی، پہلے میں خود کو سامنے لاتا ہوں کہ یہ تو میرے لئے ہے، مجھے اس کے مطابق پوری محنت کر کے اپنے آپ کو ڈھالنا ہے، آپ میں سے بھی ہر ایک کو چاہیے کہ اپنے لیے سمجھیں، اسے own کریں کہ یہ میرے لئے ہے، مجھے اس سے کیا کرنا ہے! جب بدبختی آتی ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ ہمارے لئے نہیں ہے، یہ ان دوسروں کے لئے ہے، ہم تو ٹھیک ٹھاک ہیں۔ یہ جو ٹھیک ٹھاک ہوتا ہے، وہی خراب ہوتا ہے اور جو خود کو ٹھیک ٹھاک سمجھتا ہے اس کی خرابی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ تو صاحب مجاز حضرات کو دو باتوں کا دھیان رکھنا چاہیے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تم نوکر ہو بارگاہِ رسالت کے، حاکم نہیں ہو۔ تم لنگر سے لے کر تقسیم کرنے والے ہو۔ جہاں کوئی آواز لگائے پانی پہنچاؤ۔ جہاں کوئی روٹی مانگے روٹی پہنچاؤ، جہاں کوئی سالن مانگے سالن پہنچاؤ۔ تم تو نوکر ہو بھائی! تمہاری ذمہ داری ہے کہ یہ کھانا کھانے والے عام آدمی تمہاری شکایت نہ کریں کہ میں بھوکا رہ گیا، اس نے مجھے سالن نہیں پہنچایا۔ میں پیاسا تھا اس نے پانی نہیں دیا، مجھے تو اس نے ٹھنڈی روٹی لا کر دی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر کیا کہو گے؟ یہ نہ سوچو کہ وہ پیٹرول دے گا تو میں ذکر کرا آؤں گا، پیٹرول پاس ہے تو جاؤ، پیٹرول نہیں ہے تو نہ جاؤ۔ وہ جس کو گاڑی دیتا ہے اس کو پیٹرول بھی دیتا ہے، وہ جو گاڑی دیتا ہے ناں بندے کو پیٹرول کی حیثیت پہلے دیتا ہے۔ جو پیٹرول نہیں خرید سکتا اس کو گاڑی نصیب نہیں ہوتی۔ الحمدللہ برسوں میں نے ذاتی گاڑی میں، اللہ نے مجھے سعادت بخشی ہے پورا پاکستان حضرتؒ کو پھرایا ہے، خود ڈرائیونگ کی ہے، کوئی تصور نہیں تھا ہمارے پاس کہ کوئی ہمیں پیٹرول دے گا یا کہیں سے گاڑی لگ گئی ہے تو مرمت کرا کے دے گا۔ اللہ نے دی ہے اپنی ہماری ذمہ داری ہے۔ اُس وقت گیلن ہوا کرتے تھے اب لیٹر ہیں، ساڑھے چار لیٹر کا گیلن بنتا ہے تو چودہ گیلن کی اس کی ٹینکی ہوتی تھی بڑی Ford کار تھی امریکن۔ پیٹرول تین روپے گیلن ہوتا تھا، بیالیس روپے میں ٹینکی بھر جاتی تھی لیکن اُس وقت تین روپے کی بڑی Value تھی، مشکل ہوتے تھے۔ منوں وزن ہوتا تھا ایک روپے کا، تو میں وہ فوجی کین لے کر تین کین بارہ گیلن اس میں آتے تھے، بارہ گیلن زائد پیٹرول ٹینکی میں رکھ لیتا تھا کیونکہ آج کی طرح پیٹرول پمپ عام نہیں ہوتے تھے کہ ہر موڑ پہ مل جائے، اگلا پمپ جانے کہاں ملے۔ چودہ گیلن کی ٹینکی بھری اور بارہ گیلن کے تین کین بھر کے رکھ لئے۔ کوئی چندہ نہیں ہوتا تھا، کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اللہ دیتا تھا،

جسے گاڑی دیتا ہے اسے پہلے پیٹرول کی حیثیت دیتا ہے۔ یہ انتظار نہ کرو کہ کوئی گاڑی لائے گا، کوئی پیٹرول دے گا۔ جو ہو سکتا ہے وہ کرو، جو نہیں ہو سکتا اللہ معاف کرے، بات ختم۔ کوئی اپنی مرضی سے لے جاتا ہے ٹھیک ہے۔ جو نہیں لے جاتا ٹھیک ہے۔ جہاں جو جاتا ہے مہمان ہو، کوئی دال روٹی دیتا ہے یا کوئی اچھا کھانا دیتا ہے وہ اس کی اپنی ذمہ داری ہے کہ مہمان کو کیا دیتا ہے۔ جس محبت سے مرغا کھاتے ہو اس سے زیادہ پیار سے دال کھالو کہ اس غریب کے پاس دال ہی ہے اس نے پیش کر دی۔ ان چیزوں کو چھوڑ دو یار، اس طرف دھیان کرو کہ میں کیا تھا اللہ نے مجھے سفیر بنا دیا۔ مجھے اس کام پہ لگا دیا میری کیا حیثیت تھی!

(جاری ہے)

بقیہ اداریہ

بعض محققین میں مناصب اولیاء کے ناموں میں امامین، اوتاد اور مکتومان کے نام بھی ملتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل السلوک اور اسرار الحرمین میں بہت حد تک اس موضوع پر بحث فرمائی ہے۔ مزید مطالعہ کے لیے علامہ سیوطیؒ کے رسالہ ''الخبر الدال من وجود القطب ونجباء والابدال'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

کچھ اصولی باتیں عرض کرتا چلوں کہ بے شک اللہ کریم ہر بندۂ مومن کی دعا قبول فرماتے ہیں مگر اپنے مقرب بندوں کو اپنی مخلوق کے لیے مستجاب الدعوات بنا دیتے ہیں۔ یہ شانِ کریمی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے مناصب کی بات آئے گی تو فرق ایسے ہی ہوگا جیسے ہم بھی مسلمان ہیں اور صحابہ کرامؓ بھی مسلمان تھے مگر ان ہستیوں کے ایمان کی شان اپنی تھی۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ صاحب منصب کو اپنے منصب کا علم بھی ہو جیسے سورج کو کیا معلوم کہ اس کے وجود سے خالق نے کتنے تغیر و تبدل منسلک فرما دیئے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ مناصب مقصد بنا لینے سے نصیب

نہیں ہوتے بلکہ ہمہ وقت مقصود رضائے باری تعالیٰ ہونا چاہیے جس کے لیے آپ ﷺ کا اتباع لازم ہے۔

آخر میں ایک عرض بھی ہے کہ اہلِ صوف کو اگر صدیوں بعد صدیق کی معیت بفضلہٖ تعالیٰ نصیب ہو جائے تو کیا ایسے لوگوں کو بھی غفلت برتنی چاہیے!

وَ رُبَّ صَدِيْقٍ لَامَنِي وِ دَادَهَا
أَلَمْ يَرَهَا يَوْماً فَيُو ضِحُ لَهُ عُذْرِيْ

''محبوب کے عشق میں مجھ کو بہت دوستوں نے ملامت کی کسی روز اُسے دیکھ لیتے تو میرا اعذر واضح وظاہر ہو جاتا''۔

بقیہ نظم (صفحہ 6 سے آگے)

یہ سب کچھ پھر بھی مسلمان تو ہیں
ہے ناموں میں نام محمدؐ سجایا

یہی ایک نیکی ہے دامن میں اپنے
اسی سے پڑے ہم پہ رحمت کا سایہ

دل زندہ پھر سے عطا کردے ہم کو
پلٹ پھر سے ایمان کی اپنے کایا

بنے پھر سے علم و عمل اپنا شیوہ
خرد اپنی دولت عمل اپنی مایہ

ہو نام محمدؐ سے روشن جہاں پھر
کہ دنیا میں ہے کفر ہر سمت چھایا

دکھا پھر سے سیماب کو وہ بہاریں
صحابہؓ نے گلشن تھا جن سے سجایا

سورۃ الحج، سورۃ لقمٰن، سورۃ السجدہ

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

مراتب ہدایت کا غیر متناہی ہونا

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ (الروم:38)

ترجمہ: یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

''یعنی ذات الٰہی کے طالب ہیں (جو کہ وہی مقصود بالذات ہے، نہ دنیا نہ آخرت)۔''

لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ جو رضائے الٰہی کے طالب ہیں ان کا مقصد نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ آخرت کو مقصد حیات بھی قرار دیا جاتا ہے، قرآن نے بھی اس کی ترغیب دی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے حصول کے لئے بہت شدت سے ارشاد فرمایا ہے اور یہاں اس کی نفی کی جا رہی ہے۔ تو آخرت مقصود بالذات نہیں ہے۔ آخرت یا جنت یا بہتر انجام اس لیے مقصود ہے کہ وہ اللہ کی رضا کا مظہر ہے۔ جیسے کوئی بندہ امتحان دیتا ہے تو اسے ایک ڈگری ملتی ہے تو وہ ڈگری مقصد نہیں ہے، جیسے جعلی ڈگریاں لوگوں نے لے لیں تو ان میں وہ استعداد تو نہیں آ گئی، ڈگری مقصد تو نہیں ہے مقصد تو حصول علم ہے وہ ڈگری اس کی سند بن جاتی ہیں کہ اس نے اتنا علم حاصل کیا۔ تو مقصد حصول علم ہے۔ اسی طرح آخرت ایک سند ہے رضائے باری کی، فی ذاتہٖ مقصدِ زندگی نہیں ہے۔ مقصد حیات تو اللہ کی رضا ہے، تو فرمایا اس میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو دنیا و آخرت سے بالاتر ہو کر محض اللہ کی رضا کے لئے زندگی گزار جاتے ہیں۔

سورۃ لقمٰن

غناء کے باب میں قول فیصل

قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (لقمان:6)

ترجمہ: اور بعضا آدمی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔

''اس میں اس گناہ کی حرمت بھی آ گئی جو عملاً مفضی الی الغفلت عن الدین یا اعتقاداً موجب ضلال ہو اور جو دونوں سے مبرا ہو اس کا یہ حکم نہیں اور یہی فیصلہ ہے اس باب میں۔''

فرمایا اس میں ان چیزوں کی نفی کی گئی ہے جو چیزیں اللہ کی یاد سے غافل کریں یا دینی عقیدے میں خلل پیدا کریں ان کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ایسے لوگ جو فضول باتیں اختیار کر لیتے ہیں تاکہ اللہ کی یاد سے گمراہ کریں یا ایسی کوئی بات جو اللہ کی یاد سے غافل کرے یا دین کے عقیدے یا عمل میں فساد پیدا کرے ایسی چیزیں حرام ہیں۔

حقوق شیخ کی دلیل

قولہ تعالیٰ: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان:14)

ترجمہ: کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر۔

''اس میں تصریح ہے کہ واسطہ فی النعمت کا شکر بھی مثل شکر منعم کے مطلوب ہے اور اس واسطہ میں والدین اور استاد اور پیر سب آگئے، البتہ معارضہ شریعت کے وقت اتباع ان لوگوں کا جائز نہیں۔''

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۔ بلاشبہ اللہ نے تخلیق کیا، اللہ نے پیدا فرمایا، زندگی اس نے دی لیکن والدین اس کا سبب بنے، تو فرماتے ہیں اس سبب کا احترام جس سبب سے فائدہ حاصل ہوا وہ بھی لازم ہے۔ جس طرح اللہ نے فرمایا میرا بھی شکر ادا کرو اور والدین کے بھی مشکور رہو۔ شکرگزاری کیا کرو۔ تو فرماتے ہیں اس واسطے میں والدین بھی آگئے اسی طرح حصول علم کے واسطہ میں استاد آگئے۔ اسی طرح کیفیات اور قلبی کیفیات کے حصول میں مشائخ آگئے۔ تو فرمایا ان سب کا ادب و احترام واجب ہے البتہ والدین ہوں یا علماء ہوں یا اساتذہ ہوں یا مشائخ عظام ہوں کوئی بھی اگر ایسا حکم دے جو شریعت کے خلاف ہو تو پھر ان کی بات نہیں سنی جائے گی۔

بعض مکارم اخلاق

قولہ تعالیٰ: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ الی قول تعالیٰ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (لقمان :18-19)

ترجمہ: اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیرنا..... اور اپنی آواز کو پست کرنا۔

''انواع اصلاح میں سے، اس میں بعض احکام اخلاق کی تعلیم ہے۔''

فرمایا، صوفی کا پھر اعلیٰ اخلاق بھی ہونا چاہیے، لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں اس کی اخلاقی حیثیت بھی منفرد ہونا چاہیے۔

کسی کی اصلاح میں زیادہ مبالغہ نہ کرنا

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۔ (لقمان :23)

ترجمہ: اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہیے۔

''اس میں دلالت ہے کہ اصلاح ناس کے اہتمام میں زیادہ مبالغہ نہ کرے، آزاد رہے۔''

یعنی اللہ کا پیغام پہنچا دے اس کے بعد کسی کے لئے اپنی جان ضائع نہ کرے، کسی کا دکھ اپنا دکھ نہ بنا لے کہ ہدایت دینا نہ دینا اللہ کریم کا کام ہے اور بندہ اپنی ذمہ داری کا پابند ہے۔ اپنے دکھوں کو دیکھے، اپنی ذمہ داریوں کو دیکھے، اپنی ضرورتوں کو دیکھے، جو اس کے ذمے ہے اس کو پورا کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے اور دوسرے کو ہدایت ہوتی ہے الحمدللہ، نہیں ہوتی تو اس کا معاملہ اللہ کریم کے ساتھ خراب ہوگا جس وجہ سے اسے ہدایت نہیں ہو رہی لہٰذا اس میں اپنے آپ کو پریشان نہ کرے۔

سورۃ السجدہ

تمام اخلاق فی نفسہٖ نافع ہیں

قولہ تعالیٰ: الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (السجدہ:7)

ترجمہ: جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی۔

''آیت بصریحاً دال ہے اس پر کہ ہر مخلوق فی حد ذاتہ حسین ہے حتیٰ کہ صفت کبر و بخل بھی جب اپنے محل میں استعمال کئے جاویں کما قیل ُاے بسا امساک کز انفاق بہ ۔۔۔مال حق را خیر با مرحق بدہ' وقیل التکبر مع المتکبرین اور ضرر سوء استعمال کے سبب ہے۔ البتہ مکسوب بعضے قبیح محض ہیں جیسے کفر و معاصی۔''

فرمایا، اللہ نے جو چیز بنائی ہے جہاں بنائی ہے اس میں حسن

بھی ہے کمال بھی ہے۔ جن چیزوں کو آپ بہت حقیر یا چھوٹا سمجھتے ہیں ان میں بھی اگر آپ اس باریکی تک پہنچیں کہ دنیا کے نظام میں وہ کیا خدمت انجام دے رہے ہیں تو آپ کو وہاں بھی اللہ کا کمال نظر آئے گا۔ کوئی چیز ادنیٰ سے ادنیٰ بڑی سے بڑی اس نے بیکار نہیں بنائی بلکہ ساری تخلیق میں ایک حسن ہے، کمال ہے اس کی قدرت کا۔

مُجرّد روح کی تحقیق

قولہٗ تعالیٰ: ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (السجدہ:9)

ترجمہ: پھر اس کے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی۔

''تسو بمعنی متساوی گردانیدن اجزاء کے جو کہ خواص اجسام سے ہے۔ نفخ روح کا ذکر فرمانے سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ روح جسم نہیں اور امام غزالی کا یہی مذہب ہے اور جمہور نے جسم لطیف کہا ہے اور میرے نزدیک ان دونوں میں تعارض نہیں۔ ممکن ہے کہ اس مُجرّد کا تعلق بدن کے ساتھ بواسطہ اسی جسم لطیف کے ہو۔''

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ اس کے اعضاء درست کئے پھر اس میں اپنی روح پھونکی۔ فرمایا اس پر غور کیا جائے تو تسو یا تساوی جو ہے اس کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے جیسے روح کوئی جسم نہیں۔ کوئی کیفیت ہے یا کوئی حال ہے، کوئی وجود نہیں ہے۔ امام غزالی کا یہی مذہب ہے، امام غزالی یہی فرماتے ہیں لیکن فرمایا جمہور نے یعنی تمہام علمائے حق نے یہ کہا ہے کہ جسم لطیف ہے۔ روح ایک ایسا جسم ہے جو بہت لطیف ہے۔ نظر نہیں آتا، گرفت میں نہیں آتا، پکڑا نہیں جاسکتا لیکن ایک جسم تو ہے اور وہ جسم لطیف ہے۔ تو فرماتے ہیں میرے نزدیک ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، کوئی فرق نہیں ایک ہی بات ہے۔ اسے ایک کیفیت، جسم لطیف کہا جائے تو دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ مُجرّد یعنی وہ جو کیفیت روح کی ہے اس کا تعلق اسی جسم لطیف کے واسطے بدن سے ہو۔

تہجد کی فضیلت

قولہٗ تعالیٰ: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:16)

ترجمہ: ان کے پہلو خوابگاہ سے علیحدہ ہوتے ہیں۔

''بعض احادیث میں اس کی تفسیر تہجد سے آئی ہے تو اس میں تہجد کی فضیلت ہے۔''

یعنی راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ان کے پہلو بستروں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تو تہجد سے مراد ہے وہ نماز جو عشاء کے بعد، سونے کے بعد اٹھ کر پڑھی جائے، جس میں مشقت ہے کہ آدمی عشاء پڑھ کر سو جائے پھر اسے اٹھنا پڑے۔ تہجد سے مراد ہے جس میں محنت و مشقت جدوجہد ہو۔ یہ تہجد کی تفصیل تھی۔ اس آیت میں تہجد کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ بہت بڑی اور اچھی چیز ہے اور حضور ﷺ نے ساری زندگی ادا فرمائی ہے۔ تو اس میں علماء فرماتے ہیں کہ جس بندے کو یہ اعتماد ہو کہ وہ عشاء کے بعد سو کر اٹھ کر تہجد پڑھ لے گا تو وہ ضرور پڑھے لیکن کبھی اگر یہ خطرہ ہو کہ تھکاوٹ ہے یا بیماری ہے یا سو گیا اٹھ نہیں سکوں گا تو پھر چھوڑنے کی بجائے عشاء کے بعد پڑھ کر سو جائے تو وہ بہتر ہے، بجائے اس کے کہ اس کی تہجد رہ جائے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ پڑھ کر سو جائے۔ ایک صحابیؓ حضور ﷺ کو وضو کروا رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میرے حق میں دعا کیجئے کہ میں جنت میں بھی اسی طرح آپ ﷺ کی خدمت کروں اور آپ ﷺ کی خدمت میں رہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تُو میری کچھ مدد کر۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس معاملے میں آپ کی کیا مدد

کرسکتا ہوں؟ فرمایا تو آج سے تہجد پکی کرلو اور پھر زندگی بھر نہ چھوڑنا۔ اتنی فضیلت ہے تہجد کی، تو اصل تو یہ ہے کہ عشاء کے بعد سو جائے تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھل جائے تو پڑھ لے۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ سحری کے وقت تین بجے یا ڈھائی بجے ہی پڑھے جب آنکھ کھل جائے پڑھ لے، یہ بہتر ہے لیکن اگر سو گئے تو تہجد چھوٹ ہی نہ جائے تو پھر عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لینا چھوڑ دینے سے بہت بہتر ہے۔

مدار استحقاق خلافت

قولہ تعالیٰ: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۣ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (السجدہ:24)

ترجمہ: جبکہ انہوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔

''اس میں دلالت ہے کہ جب مرید میں ریاضت اور یقین کا مشاہدہ کیا جاوے تو اس کو خلافت دے دینا مناسب ہے۔''

یعنی جب کسی کے مرید میں یہ مشاہدہ ہو کہ وہ ریاضت اور مجاہدہ بھی ٹھیک کرتا ہے اور با مشاہدہ سے مراد ہے کہ کیفیات کو سمجھتا بھی ہے۔ کیفیات کے زیر و بم کو، ان کی کمی بیشی کو، مراقبات کو سمجھتا بھی ہے تو اسے خلافت دینا درست ہے۔

ترک جدال

قولہ تعالیٰ: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ (السجدہ:29-28)

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا۔ آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور ان کو مہلت بھی نہ ملے گی۔

''یہاں قانون مناظرہ پر جواب نہ دینا اور اس سے اعراض کا امر فرمانا دال ہے، ترک جدال پر جو طریقہ ہے قوم کا۔''

فرمایا، انہوں نے تو اعتراض کیا تھا مناظرے کے لئے کہ اس کا کیا جواب آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعتراض کا جواب دینے کی بجائے قیامت کی تفصیل ارشاد فرمائی۔ فرماتے ہیں اس میں یہ دلیل ہے کہ بیوقوف لوگ یا نادان یا نہ جاننے والے جو فضول اعتراضات کرتے ہیں ان کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا اور یہ بڑی عجیب بات ہے۔ ساتھیوں میں بھی یہ کمزوری ہے کہ جو کوئی بھی کوئی فضول بات کہہ دے اسے پلے باندھ کر چل پڑتے ہیں اور پھر مجھ سے بھی پوچھتے ہیں، خطوں میں لکھتے ہیں، ای میل میں بھی آتا ہے کہ لوگ ایسا کہتے ہیں۔ یہ کوئی بات ہے؟ کسی عالم کا نام لکھو یا کسی ایسے بندے کا نام لکھو جس کی بات میں کوئی وزن ہو، کسی پڑھے لکھے بندے نے بات کی ہے پھر تو اس بات کو سوچنا چاہیے۔ جس بات کی اصل ہی کوئی نہیں۔ کون کہتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں۔ لوگ کون ہیں؟ کوئی پتہ نہیں۔ اس اعتراض کو اپنے گلے کی مصیبت بنا کر پھرنے کی کیا ضرورت ہے جس کی کوئی اصل ہی نہیں جس کا کوئی کہنے والا ہی نہیں۔ تو فرمایا اس میں یہ دلیل ہے کہ فضول اعتراضات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ جب انہوں نے اعتراض کیا کہ قیامت کب ہوگی یعنی اگر قیامت ہے تو برپا کرو تو آپ نے بجائے اس کے کہ مناظرہ فرماتے انہیں قیامت کی تفصیل بتا کر بات کا رخ دوسری طرف پھیر دیا یعنی فضول بات کا جواب نہیں دیا۔

اکرم التفاسیر

سورۃ الجاثیہ: آیات 22 تا 26

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور تاکہ ہر شخص کو اُس کے کیے کا بدلہ دیا

کَسَبَتْ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ. (۲۲) اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ

جائے اور اُن پر کوئی زیادتی نہ کی جائے گی۔ بھلا آپ نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس

اِلٰـھَهٗ ھَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ

کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے اللہ نے اُس کو گمراہ کر دیا اور اللہ نے اُس کے

وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّھْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا

کانوں اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ سو ایسے شخص کو

تَذَكَّرُوْنَ. (۲۳) وَقَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ

اللہ کے بعد کون ہدایت کرے۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے؟ اور کہتے ہیں یہی ہماری دنیا کی زندگی

وَنَحْیَا وَمَا یُھْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّھْرُ ۚ وَمَا لَھُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ

ہے ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو صرف زمانہ مار دیتا ہے۔ اور اُن کو اس کا کچھ علم

اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ. (۲۴) وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ

نہیں مگر وہ صرف ایسا گمان کرتے ہیں۔ اور جب اُن پر ہماری صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو

مَّا كَانَ حُجَّتَھُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ

اُن کا صرف یہ جواب ہوتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے

صٰدِقِیْنَ. ۲۵ قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ

لاؤ۔ فرما دیجیے کہ اللہ تم کو زندہ رکھتے ہیں پھر تم کو موت دیں گے پھر قیامت کے

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع فرمائیں گے لیکن اکثر لوگ

لَا یَعْلَمُوْنَ. (۲۶)

نہیں جانتے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَخَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ذرا اس کائنات کے نظام پر غور کرو۔ کیا اس کا ایک ایک لمحہ انصاف، عدل اور توازن پر برقرار نہیں؟ کیا کائنات کی کوئی شے، سورج، ستارہ، سیارہ، ہوا کا کوئی جھونکا، پانی کا کوئی قطرہ، کسی پروگرام کے بغیر اپنی مرضی سے چلتا ہے؟ اس کا کوئی ذرہ اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرتا اور یہ اتنا خوبصورت اور متوازن نظام ہے کہ جس میں کوئی انسان مزید بہتری کی تجویز پیش نہیں کر سکتا۔ سارا نظام کائنات گویا عدل پر قائم ہے۔

گرمیاں آتی ہیں تو دوست شکایت کرتے ہیں کہ آج بہت گرمی ہے تو میں انہیں صرف یہی جواب دیتا ہوں کہ گرمیوں میں گرمی ہی ہوا کرتی ہے۔ آپ گرمیوں میں سردی کیوں تلاش کرتے ہیں۔ سردیاں آتی ہیں تو شکایت ہوتی ہے آج سردی بہت زیادہ ہے تو میں یہی کہا کرتا ہوں کہ سردیوں میں سردی ہی ہونی چاہیے کہ یہی تقاضا ہے عدل اور انصاف کا۔ اگر گرمیوں میں سردی آ جائے یا سردیوں میں گرمی لگے تو یہ عدل کے خلاف ہے۔

سائنس نے ہر ذرّے، ہر ہوا کے جھونکے، پانی کے قطرے، آسمانوں کی بناوٹ، سیارے اور ستارے اور اُن کا زمین سے تعلق

اور اثرات کے بارے اگرچہ بہت کچھ جان لیا ہے۔اس کے باوجود میں ایک عالمی سطح پر شہرت رکھنے والے سائنسدان کا بیان پڑھ رہا تھا۔وہ اعتراف کر رہا تھا کہ اگر ہم بہت مبالغہ کریں، بہت بڑھا چڑھا کر اور جھوٹ شامل کریں تو شاید ہم کہہ سکیں کہ جو قوتیں انسانی دماغ میں ہیں، اُن کا صرف دس فیصد ہم نے دریافت کیا ہے یعنی سائنس کہتی ہے کہ ابھی ایک انسانی دماغ کے بارے نوے فیصد سے زیادہ دریافت نہیں ہوسکا حالانکہ یہ انسانی وجود کے اندر ہے جسے ہر بندہ استعمال کر رہا ہے تو پھر ارض وسماء کی وسعتیں، کائنات کے نظام کو کیسے جان سکتے ہیں؟ ایک ایک ستارے اور سیارے کی حرکت اور مقرر راستے ہیں جن سے اگر وہ ہٹ جائے تو ساری کائنات تباہ ہوجائے۔ ایک ستارہ، سیارہ، ایک دوسرے سے ٹکرائے، وہ آگے دوسرے سے ٹکرائے تو ہر چیز تباہ ہوجائے۔

فرمایا، اس نظام پہ غور کرو، جب یہ سارا نظام عدل پہ قائم ہے اور اسی وجہ سے چل رہا ہے تو تم نے کیسے سوچ لیا کہ انسانی کردار میں عدل نہیں ہوگا؟ انسان واحد مخلوق ہے جسے اللہ نے اختیار دیا ہے، اس کے علاوہ کسی مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔جس کام پر اُسے لگا دیا ہے وہ کر رہے ہیں۔ایک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک سب اُن فطری جذبات، جو اُن میں رکھ دیئے گئے ہیں اُن کے مطابق چل رہے ہیں۔شہد کی مکھی کتنی کاریگر ہے اور عجیب بات ہے کہ جن پھولوں سے رس لے کر وہ شہد بناتی ہے، ہم اُنہی پھولوں کو نچوڑ لیں یا اُبال لیں، کاڑھ لیں تو کوئی شہد نہیں بنتا۔یہ کاریگری اللہ نے اُسی مکھی کو دی ہے لیکن کیا وہ اس کے علاوہ کوئی اور کام کرسکتی ہے؟ وہ چھتہ بنائے گی، بچے پالے گی، شہد بنائے گی، بہت کاریگر ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ کرسکتی ہے؟ نہیں! جو فطرت میں رکھ دیا گیا ہے، جس کام پہ اُسے لگا دیا وہ کام کر رہی ہے، اس کے علاوہ اُسے خبر ہی نہیں کیا کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔

کائنات میں جتنی چیزیں ہیں۔حیوانات، چرند پرند، ذرّات، جمادات، نباتات ہر چیز اپنا اپنا کام کر رہی ہے۔علم نباتات کے ماہرین کہتے ہیں کہ درخت کے ہر پتے میں ایک بھٹی لگی ہوئی ہے۔ زمین سے جڑ جب غذا لیتی ہے تو وہ سیدھی پتے میں جاتی ہے۔وہاں جاکے پکتی ہے، اُسے پختہ کیا جاتا ہے اُس میں سے جو درخت کے کام کا ہے وہ رس نکالا جاتا ہے اور پھر وہ تقسیم ہوتا ہے۔جڑ کا حصہ واپس جڑ کو جاتا ہے جس سے جڑ آگے پھیلتی ہے۔تنے کا تنے کو، شاخوں کا شاخوں کو، پتوں کا پتوں کو، پھولوں کا پھولوں کو پہنچ جاتا ہے۔کبھی کہیں کوئی گڑ بڑ نہیں ہوتی کہ انگور کی جگہ انار لگ جائیں یا جس پودے پر انار لگنے تھے اُس پر آم اُگ آئیں۔کبھی ایسا ہوا کہ گندم کے خوشوں میں سے جو کے دانے نکل آئیں یا جَو کے خوشوں میں چنے نکل آئیں۔ کبھی ایسی گڑ بڑ ہوئی؟ پھر تم نے کیسے سوچ لیا کہ تم برائی کرو گے تو اُس پر انعام ملے گا یا تمہیں کوئی پوچھے گا نہیں؟ تم نے کیسے سوچا کہ نیکی کرو گے تو ضائع ہوجائے گی۔یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا تم اس نظام کو نہیں دیکھتے کہ یہ سارا عدل پہ قائم ہے۔

تم واحد مخلوق ہو جسے اُس نے بااختیار بنایا ہے اور بتا دیا ہے کہ یہ راستہ بھلائی کا ہے، یہ برائی کا ہے، فیصلہ تمہارا ہے کہ کیا اختیار کرتے ہو۔تمہیں یہ اختیار اس لیے دیا گیا ہے کہ انسان کے علاوہ ساری مخلوق حکم کی پابند ہے، حاکم کو نہیں جانتی۔انسان واحد مخلوق ہے جو ذاتِ باری کی طرف نگاہ کرتا ہے، انسان کے علاوہ کسی مخلوق میں یہ جرأت نہیں کہ وہ سوچے کہ اللہ کون ہے؟ کیسا ہے، کہاں ہے! جب تم میری ذات پہ نگاہ کرنا چاہتے ہو تو پھر میں نے اپنے مقابلے میں ایک بازار سجا دیا ہے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ دنیا بڑی مردار ہے، بہت بری ہے۔یہ درست نہیں ہے، دنیا بہت خوبصورت اور لذیذ ہے۔اس میں اتنی لذتیں ہیں کہ قربِ باری اور وصالِ باری کی لذتوں کو چھوڑ کر انسان ان میں غرق ہوگیا کہ مادی نگاہ اور حسیات ہر بندے میں ہیں۔ہر پیدا ہونے والے میں ہیں جبکہ اللہ کی ذات و برکات سے، اللہ کے

تعارف سے، معرفت سے اور عظمت سے روح کا تعلق ہے۔ نورِ ایمان سے روح میں حیات پیدا ہو جاتی ہے لیکن صرف حیات ہی نہیں چاہیے، صحت بھی چاہیے ہوتی ہے۔ ایک شخص زندہ ہو لیکن اُسے دکھائی بھی نہ دیتا ہو، سنائی بھی نہ دیتا ہو، اُٹھ بھی نہ سکتا ہو تو کیا زندگی ہے؟

روح میں زندگی ایمان لانے سے آتی ہے اور صحت اتباعِ رسالت سے، گویا اُس کی صحت کا مدار اتباعِ رسالت پر ہے۔ اگر یہ دو نعمتیں نصیب ہو جائیں تو پھر تجلیاتِ باری کا ادراک ہر بندے کو اپنی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ جب اُسے جمالِ باری کا ادراک ہوتا ہے، صفاتِ الٰہی کی کوئی جھلک پاتا ہے۔ رحمتِ الٰہی کا کوئی جھونکا نصیب ہوتا ہے تو اُسے نظر آتا ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی کیا حیثیت ہے؟ ایک شخص ساری زندگی چنے ہی کھاتا رہے، وہ کہتا ہے یہ بڑے لذیذ اور طاقتور ہیں۔ کبھی اُسے گندم کی روٹی کھلا دو پھر وہ کہے گا کہ مجھے تو تم نے چنے کھلا کھلا کر مار دیا، کھانا تو یہ ہے۔ ایک فرد دال اور ساگ ہی کھاتا رہے تو وہ سمجھتا ہے دنیا میں دال ساگ ہی سب سے بہتر نعمت ہے۔ اُسے اچھا سا کوئی سالن کھلا دو تو اُس کی آنکھیں کھلیں گی۔ وہ کہے گا میں نے تو عمر ضائع کر دی، کھانے کی چیز تو یہ ہے۔

اسی طرح جب روح میں حیات اور صحت آتی ہے تب پتا چلتا ہے کہ دنیا بکواس ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر دنیا ہی سب کچھ ہے۔ ایک خلقِ خدا غرق ہو رہی ہے اُس میں اور لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بدصورت ہے، یہ کچھ نہیں ہے، اچھی نہیں ہے۔ اگر اچھی نہیں ہے تو پھر اتنی مخلوق کیوں اس کے پیچھے بھاگی جا رہی ہے؟

فرمایا، یہ نظامِ کائنات دیکھو! یہ سارا عدل پہ قائم ہے۔ ایک ایک ذرّہ، تم نے کیسے سوچ لیا کہ تم جو کرو گے اُس پہ عدل قائم نہیں ہوگا؟ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ہر نفس، ہر جان، ہر بندہ جو کرے گا اُس کا بدلہ پائے گا اُس کا نتیجہ پائے گا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۲۲) کسی کے ساتھ رائی برابر زیادتی نہیں کی جائے گی کہ کسی کا نیک عمل ضائع کر دیا جائے یا کسی نے برائی کم کی تھی، سزا زیادہ دی جائے یا ایک کے گناہ دوسرے پہ لاد دیئے جائیں یا کسی کی نیکیاں کسی دوسرے کو دے دی جائیں، وہاں ایسا نہیں ہوگا، وہاں عدل ہوگا۔ عدل اور ظلم ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ جہاں سے عدل اُٹھتا ہے وہاں ظلم ہوتا ہے۔ جہاں ظلم مٹتا ہے، وہاں عدل آجاتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

فرمایا، اللہ کی بارگاہ میں ظلم نہیں ہوگا۔ وہاں زیادتی یا غلط کام نہیں ہوگا لیکن لوگوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہم نے انہیں معرفتِ الٰہی کی استعداد دی تھی۔ ہم نے یہ استعداد کائنات پہ پیش کی، پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں پہ پیش کی کہ ہے کوئی مخلوق جو اس امانت کو اُٹھا سکے؟ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا (الاحزاب: ۷۲)۔ سب نے معافی مانگ لی کہ بارِ الٰہا ہم حکم کے پابند ٹھیک ہیں۔ ہماری یہ جرأت نہیں کہ حاکم سے آشنائی کریں، بس ہمیں رہنے دیں۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط (الاحزاب: ۷۲)۔ انسان نے کہا میرے مالک مجھے دے دے۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب: ۷۲) یہ غلط کار اور عاقبت نااندیش ہے۔ اس نے مانگ کر خوشی سے لی ہے، سینے سے تو لگا لی لیکن یہ نہیں سوچا کہ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟

فرمایا، جب ساری کائنات عدل پر قائم ہے تو تمہارے کردار کا عدل کیسے نہیں ہے، تم نے یہ کیسے سوچ لیا؟ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ہر ایک کا الگ الگ ہے، سوچ الگ ہے، عقیدہ الگ ہے، یقین اپنا اپنا ہے، کردار اپنا اپنا ہے، فکر اپنی اپنی ہے تو اُس کے مطابق اُس کے ساتھ برتاؤ کیا جائے گا۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ فرمایا، ہم نے انہیں معرفتِ حق کی استعداد دی لیکن انہوں نے کیا کیا؟ انہوں نے خواہشِ نفس کو معبود بنا لیا۔ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ آپ دیکھتے ہیں جن لوگوں نے اپنی خواہشِ نفس کو معبود بنا رکھا ہے، اُسکی عبادت کرتے ہیں۔ میرے خیال میں روئے زمین پر کوئی ایسا بندہ نہیں ہوگا جو یہ اقرار کرے کہ وہ خواہشِ نفس کی پوجا کرتا

ہے یا عبادت کرتا ہے لیکن جو بات اللہ کریم نے فرمائی ہے، وہ بھی حق ہے تو عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت نام ہے غیر مشروط اطاعت کا، نفع کی اُمید پر یا نقصان کے ڈر سے اطاعت یہ عبادت کہلاتی ہے۔ کوئی یہ سوچے کہ اطاعت نہیں کروں گا تو یہ نقصان ہوگا، کروں گا تو یہ فائدہ ہوگا لہٰذا کرنا چاہیے تو یہ کیا ہے؟ یہ عبادت ہے۔ اللہ کے علاوہ، اللہ کے حکم کے خلاف، کسی کا بھی حکم مانا جائے کہ اس سے فائدہ ہوگا، نہیں مانوں گا تو نقصان ہوگا تو یہ اُسی کی عبادت ہے۔

نفس کیا ہے؟ نفس خود ایک بخار ہے جو مادی اجزا کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے، اُس کا رجوع مادے کی طرف ہے، وہ مادی لذات، مادی حسن کی طرف جاتا ہے۔ جب خواہشِ نفس جو نفس میں پیدا ہوتی ہے تو لوگ وہ اطاعت جو اللہ کے لیے تھی، اللہ کے احکام چھوڑ کر نفس کی شروع کر دیتے ہیں تو گویا انہوں نے اپنے نفس کو معبود بنا رکھا ہے۔ بظاہر تو کوئی نہیں مانتا کہ میں نفس کی پوجا کرتا ہوں لیکن اکثریت نفس ہی کی پوجا کرتی ہے۔ فرمایا، یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ ہم نے تمہیں معرفتِ الٰہی کی استعداد دی اور تم نے اُسے ایک طرف پھینک کر نفس کی عبادت شروع کر دی۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا پھر دنیا میں یہ دی جاتی ہے، فرمایا: وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ بندہ سنتا رہتا ہے، پڑھتا، دیکھتا، جانتا رہتا ہے اور کہتا رہتا ہے کہ یہ برائی ہے لیکن پھر برائی کرتا ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ جب عظمتِ الٰہی کو بھول کر نفس کی اطاعت کی جاتی ہے تو اُس پر جو سزا مرتب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ توفیقِ عمل سلب ہو جاتی ہے، علم سلب نہیں ہوتا۔ بندہ برائی کو برائی سمجھتا ہے، جھوٹ بولنا برا سمجھتا ہے لیکن پھر بولتا ہے۔ جانتا ہے کہ کم تولنا بری بات ہے لیکن کم تولتا ہے۔ جانتا ہے کہ کسی کی عزت مال اور جان لوٹنا بری بات ہے پھر وہی کام کرتا ہے۔ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وہ جانتے بوجھتے گمراہ ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ جانتا نہیں، جان رہا ہوتا ہے کہ یہ برائی ہے لیکن کر رہا ہوتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے سزا ہے۔

قرآنِ کریم نے جو معیار دیئے ہیں یہ ہر فرد کے اپنے لیے ہیں لیکن ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم ان پر دوسروں کو جانچتے ہیں کہ فلاں کیسا ہے؟ یاد رہے فلاں کا مسئلہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اللہ جانے اور فلاں جانے! ہمیں خود کو جاننا چاہیے کہ میں نے دن بھر میں کتنے گناہ کئے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ یہ نہیں کرنا چاہیے، پھر کرتا ہوں، کیوں کرتا ہوں؟ اگر میں یہ کرتا ہوں تو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور اللہ کی طرف سے سزا ہے۔ مجھے توبہ کرنی چاہیے، رجوع الی اللہ کرنا چاہیے۔ فرمایا، اگر اس سے بھی بڑھتا ہے: وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ تو اللہ کریم اُس کے کانوں پر اور دل پر مہر کر دیتے ہیں۔ دل میں پھر نیکی جمتی ہی نہیں۔ نورِ ایمان آتا ہی نہیں، دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً اُس کی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیتے ہیں اور وہ دیکھتے، سنتے برائی میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ جب اللہ سے اُس کی بات اتنی بگڑ گئی، اللہ کریم اتنے ناراض ہو گئے اور اُسے احساس ہی نہیں ہوا تو پھر کائنات میں کوئی ہستی ہے جو اُس کی راہنمائی کر سکے؟ اُسے ہدایت دے سکے؟ ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے، اُسے پھر کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تم نے کبھی سوچا نہیں؟ تم نے کبھی خیال نہیں کیا؟

ہم اگر تھوڑی سی رقم بھی کہیں Invest کرتے ہیں تو Invest کرنے سے پہلے بھی سوچتے ہیں، دوستوں سے مشورہ بھی کرتے ہیں۔ خود بھی کمپیوٹر لے کر تحقیق کرتے ہیں، حساب کتاب نکالتے ہیں کہ اس سے نفع کی اُمید ہے یا نہیں؟ اگر کوئی اُمید لگتی ہے، کام نفع بخش ہے تو کرتے ہیں ورنہ نہیں کرتے۔ کہیں جانا ہے تو سوچتے ہیں، کتنا سفر طے کرنا ہے، کیا کام ہے، کس کو ملنا ہے، نہیں تو کیا ضرورت ہے سفر کی! ارے بندے! زندگی خرچ کر رہے ہو، کیا تم نے کبھی سوچا نہیں کہ لمحات ہاتھ سے نکلتے جا رہے ہیں، کہاں صرف ہو رہے ہیں، میں کیا کما رہا ہوں؟ اُس کا مجھے نفع یا نقصان کیا ہو رہا ہے؟ In Return مجھے کیا مل رہا ہے، محض میں نے دن خرچ کرنے

ہیں، ضائع کرنے ہیں؟ یہاں تو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (۲۳) تم نے کبھی بیٹھ کر خیال نہیں کیا؟ تم نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی؟ کبھی سوچا نہیں؟ جیسے اندھا کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی کالا، پیلا، سفید نہیں ہے، سب ایک سا ہے، سب طرف اندھیرا ہی ہے، یہ بھی کہتے ہیں: وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا بس جی یہی دنیا کی زندگی ہے، پیدا ہوئے، کھایا پیا، موج کرلو، مر گئے، قصہ ختم ہوگیا۔ نَمُوْتُ وَنَحْيَا ہم پیدا ہوتے ہیں، مرجاتے ہیں: وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ اور ہمیں تو یہ مرورِ زمانہ ہلاک کر دیتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا تھا:

زندگی کیا ہے، عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے، اُنہی اجزا کا پریشاں ہونا

اب یہ بات تو آپ نے سمجھ لی کہ عناصر میں ترتیب آئی تو زندگی ہے اور بکھر گئی تو موت ہے لیکن یہ عناصر کہاں سے آئے، کس نے پیدا کئے ہیں؟ عناصر میں ترتیب کس نے پیدا کی اور اُنہیں بکھیرتا کون ہے؟ دنیا کا کوئی کام ازخود نہیں ہوتا تو انسانی عناصر ازخود بن گئے؟ یہ کہتے ہیں ہمیں زمانہ مار دیتا ہے، زمانہ کیا ہے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں، یہ میری عظمت کا انکار کرتے ہیں اور میری جگہ زمانے کا نام لیتے ہیں۔ اللہ نہیں کہتے زمانہ کہہ دیتے ہیں چونکہ یہ لوگ زمانے کو ہی خالق اور موت وحیات کا مالک بنا لیتے ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانے کو برا کہنے سے منع فرمایا تھا۔ 'دھر' اسمائے الٰہی میں سے نہیں ہے لیکن دھریوں نے اللہ کا نام یہی رکھا ہوا ہے کہ وہ جب یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمیں پیدا کرتا ہے تو مراد اللہ ہی ہوتا ہے۔ زمانہ ازخود تو کوئی حیثیت نہیں رکھتا، زمانہ تو خود مخلوق ہے۔ اسے کس نے بنایا، اسے کون Control کرتا ہے، کون چلاتا ہے؟ فرمایا: وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ یہ جاہل ہیں، ان کے پاس علم نہیں ہے۔ قرآنِ کریم کا اپنا انداز ہے، کتنے بڑے سائنسدان، ڈاکٹر، بڑے ماہرینِ فن، نئی نئی ایجادات کرنے والے، ہوائی جہاز، راکٹ بنانے والے کافر گزرے ہیں اور آج بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے پاس بڑا علم ہے کہ وہ ایسی چیزیں بناتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں، یہ جاہل ہیں۔ یا اللہ! یہ تو بہت کچھ جانتے ہیں، فرمایا، مخلوق ہی کے بارے جانتے ہیں۔ جس نے خالق کو نہ جانا اس سے بڑی جہالت کیا ہے؟ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ علم میں سے کوئی ذرہ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ سب سے بڑی حقیقت، سب سے بڑی صداقت اللہ کی ذات ہے۔ جس نے اللہ ہی کو نہ جانا پھر وہ پڑھتا رہے، سائنس سیکھ لے یا کوئی کاریگری، اُس نے کیا جانا؟ اب دن ہو، اگر ایک بندے کو یہ ادراک ہی نہ ہو کہ دن ہے، سورج نکلا ہوا ہے اور آپ کہیں کہ یہ بڑا جانتا ہے۔ کیا جانتا ہے بھئی؟ جاہل کہا جائے گا۔ تو فرمایا دن تو مخلوق ہے جو خالق ہی سے ناآشنا ہے اُس نے کیا پڑھا، کیا سمجھا، کیا جانا؟ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ان حقائق کے بارے یہ جاہل ہیں۔ ان کا علم ہی نہیں ہے، یہ جانتے ہی نہیں ہیں: اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (۲۴) یہ محض گمان کے گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں، گمان کرتے رہتے ہیں یہ ہوگا، یہ ہوسکتا ہے، یہ نہیں ہوگا، یہ کیسے اور کیوں ہوگا؟ بس اسی میں عمر ضائع کر دیتے ہیں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۵) فرمایا، ان کی جہالت دیکھو۔ جب انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ نظامِ کائنات عمل پہ قائم ہے، اس لیے انسان کے ساتھ بھی عدل ہوگا۔ اس کی زندگی ختم ہوگی تو دارِ عمل سے جائے گا۔ دارِ عمل میں کوئی نیکی کر رہا ہے یا برائی کر رہا ہے تو ایک عمل کر رہا ہے۔ وہ ایک چیز خرید رہا ہے، جب قیامت قائم ہوگی اور سب زندہ کئے جائیں گے تو جو کچھ جس نے خریدا ہے وہ اُس کو دے دیا جائے گا۔ دنیا کے بازار سے جو لایا ہے وہ اُسے دے دیا جائے گا۔ اگر برائی لایا ہے تو سزا پائے گا، نیکی لایا ہے تو جزا پائے گا۔ جب یہ بات کی جاتی ہے تو یہ بڑی دلیل دیتے ہیں، کہتے ہیں اگر دوبارہ زندگی ہے تو ہمارے آباء واجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ۔

قرآن فرماتا ہے، جاہلو! یہ بات تو ہو ہی نہیں رہی کہ جو مر گئے ہیں وہ دوبارہ اس دنیا میں زندہ ہوں گے۔ یہ دلیل تو تم تب پیش کرتے اگر یہ کہا گیا ہوتا کہ جو مر گئے ہیں اُنہیں اسی دنیا میں زندہ کر کے حساب لیا جائے گا۔ بات تو یہ ہو رہی ہے کہ مرنے کے بعد ایک دن یہ جہان بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ زمانہ، یہ زمینیں، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوائیں، یہ سیارے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر زندہ کر کے میدانِ حشر میں لایا جائے گا، اس کے خلاف کوئی دلیل پیش کرو۔ تم کہتے ہو، یہاں زندہ کر کے لے آؤ تو یہاں کی تو بات ہی نہیں ہو رہی یہ تو کج بحثی ہے۔ یہ بحث ہے نہ ہی کوئی دلیل ہے۔ یہاں آنے کی بات کس نے کی ہے۔ کیا قرآن نے کی ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے؟ کسی نے نہیں کی ہے۔ بات تو یہ ہو رہی ہے کہ یہ نظام ہی لپیٹ دیا جائے گا: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ (ابراہیم: ۴۸) یہ زمین بدل دی جائے گی، اُس میں پہاڑ ہوگا، نہ دریا نہ کوئی سمندر ہوگا، کوئی نشیب ہوگا نہ فراز ہوگا۔ ایک چٹیل میدان ہوگا جہاں ساری مخلوق جمع کی جائے گی۔ اُس کے بارے تمہاری کیا دلیل ہے؟ قرآن نے دلیل دی ہے کہ ہر چیز عدل پہ قائم ہے لہٰذا انسانی کردار کے ساتھ بھی عدل ہوگا۔ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا، یہ تو بودی بات ہے کہ یہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو یہاں واپس لاؤ۔ یہاں آنے کی تو بات ہی نہیں ہو رہی۔ بات یہ ہو رہی ہے، انہیں فرما دیجئے: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ وہ اللہ ہے جو تمہیں حیات دیتا ہے۔ بے جان ذرّاتِ خاکی کو بیشمار مختلف تجربات سے گزارتا ہے۔ وہی خاک کا ذرّہ کہیں گھاس بنتا ہے، کہیں پھل بنتا ہے، کہیں غلّہ بنتا ہے، چاول بنتا ہے، غذا بنتا ہے اور کہیں جڑی بوٹی اور دوا بنتا ہے۔ بیشمار نعمتیں ہیں جو بیشمار مراحل سے انسان تک پہنچتی ہیں۔ جانور گھاس چرتے ہیں، گوشت بنتا ہے، دودھ بنتا ہے، کسی کا گوشت کھاتے ہیں، کسی کا دودھ پیتے ہیں تو وہی ذرّات آ رہے ہیں۔ اُن میں اتنی ترتیب ہے کہ دوسرے کے ذرّات کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتے بلکہ ایک مادّے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اُس مادّے سے خون کی پھٹکی بنتی ہے پھر گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر اُس میں ہڈیاں بنتی ہیں اور پھر اُس پر کھال چڑھائی جاتی ہے تو وہ ایک انسانی وجود بن جاتا ہے۔ آنکھیں، ناک، کان، دماغ، ہاتھ، پاؤں، دل، جگر، پھیپھڑے سارا مکمل انسان بن جاتا ہے پھر اُس میں روح پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا یہ سب بطور دلیل کافی نہیں ہے کہ وہ جب چاہے زندہ کر دے؟ انسان کے اجزا مر کر اتنے منتشر نہیں ہو سکتے، جتنے پیدا ہونے سے پہلے کائنات میں پھیلے ہوئے تھے اور بہت لمبے Process سے، کہاں کہاں سے ذرّات آتے ہیں۔ وہ اتنا باریک بین ہے کہ ایک بندہ غذا کھا رہا ہے، اُس میں اُس کے اپنے وجود کے ذرات بھی جا رہے ہیں، اولاد کے بھی جا رہے ہیں جس نے اس کے نطفے سے پیدا ہونا ہے، وہ ذرّات اُس کے اپنے وجود کا حصہ نہیں بنتے، اُس کے صلب میں محفوظ ہو جاتے ہیں جو اولاد کا حصہ بنیں گے۔ جو اپنے کھا رہا ہے وہ وجود کا حصہ بنیں گے۔

اتنا باریک بین ہے کہ غذا ماں کھاتی ہے، دودھ بچہ پی رہا ہے۔ جو بچے کا حصہ ہے اُس کا دودھ بن رہا ہے۔ جو اتنا باریک بین، اتنا قادر ہے وہ پھر زندہ کر دے تو اُس کے لیے کیا مشکل ہے؟ انہیں فرما دیجئے: قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ کہاں سے لائے ہو یہ حیات؟ وہی تمہیں یہ زندگی عطا فرماتا ہے: ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ پھر تمہیں موت دیتا ہے۔ کتنی ناپسندیدہ ہے موت ہر بندے کو، تو اگر کسی کا بس ہے تو وہ نہ مر کے دکھائے، کرے ضد، مقابلہ کرے کہ نہیں مرنا۔ زندگی بھی وہی دیتا ہے، موت بھی دیتا ہے۔ وہ پھر تمہیں زندہ کرے گا، تم نہیں روک سکو گے۔ فرمایا، کوئی روک کر دیکھے کہ میں نے نہیں مرنا۔ موت آتی ہے تو مر جاتے ہو ناں! اسی طرح جب زندہ کرے گا، زندہ بھی ہو جاؤ گے۔ تمہارا انکار تمہیں اس سے بچا نہیں سکے گا۔ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تم سب کو اکٹھا کرے گا۔ آدم عَلٰی نَبِیِّنَا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اُن لوگوں تک جن پر

قیامت قائم ہوئی، سب کو بیک وقت ایک جگہ، ایک میدان میں جمع کرے گا۔ لَا رَیْبَ فِیْہِ قیامت کا دن ایسا یقینی ہے کہ اُس میں شک کا ادنیٰ درجہ بھی نہیں ہے۔ شبے کے ادنیٰ ترین درجے کو ریب کہتے ہیں تو اس میں رائی کے برابر بھی شبے کی گنجائش نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲۶) لوگوں کی بدنصیبی یہ ہے کہ اُن کی اکثریت جاہل ہے، علم نہیں رکھتی۔ قرآن کا اندازِ تخاطب یہ ہے کہ جو عظمتِ الٰہی سے نظامِ عدل سے، جزا و سزا سے ناآشنا ہے وہ خواہ کتنا پڑھا لکھا ہے، وہ جاہل ہے۔ وہ کتنا بھی جانتا ہو، وہ جاہل ہے۔ جو یہ باتیں جاننے کے باوجود برائی کرتا ہے، وہ سمجھ لے کہ اُس نے کوئی ایسی گستاخی کی ہے، اُس پر عذابِ الٰہی ہے کہ جانتے، بوجھتے کے باوجود پھر برائی کر رہا ہے۔

ہم لوگ جو منبروں پہ بیٹھ کر وعظ کرتے ہیں، قرآن کی تفسیر، حدیث اور فقہ بیان کرتے ہیں۔ جب ہم جھوٹ بولتے ہیں جب ہم کسی کا مال ناجائز لیتے ہیں، جب ہم گناہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ سب سے زیادہ علم تو میرے پاس تھا پھر میں کیوں گناہ کر رہا ہوں؟ یہ سزا مل رہی ہے، علم تو ہے لیکن اُس علم پر ایمان و یقین نہیں ہے۔ لوگوں کو قیامت کا بتاتے ہو، خود اعتبار نہیں ہے، خود برائی کرتے ہو یعنی یہ آیات کافروں سے پہلے اہلِ علم کو متنبہ کرتی ہیں کہ صرف جاننا شرط نہیں ہے۔ قرآن حفظ کر لیا، ٹھیک ہے۔ حدیث پڑھ لی اچھی بات ہے، فقہ پڑھ لی، انعامِ الٰہی ہے لیکن انعام تب ہے جب جان کر اُس پر عمل کی توفیق بھی ہو۔ اگر جاننے کے باوجود عمل نہیں کرتے تو یہ سزا ہے، اللہ کی ناراضگی ہے۔ اللہ نے توفیقِ عمل چھین لی ہے اور فرمایا: وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ... جانتے بوجھتے گمراہ ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا مال لوٹ رہا ہے، عزتیں لوٹ رہا ہے، لوگوں سے خود کو سجدے کروا رہا ہے! کمال ہے۔ حد ہو گئی، منبر پر بیٹھے ہو، قرآن بیان کرتے ہو، حدیث بیان کرتے ہو اور لوگوں کو کہتے ہو مجھے سجدہ کرو۔ اس سے بڑی گمراہی کیا ہو گی؟ یہ سب کیا ہے؟ فرمایا، یہ اللہ کی طرف سے سزا ہوتی ہے اور جب یہ بڑھتی ہے تو پھر دلوں پہ، کانوں پہ، آنکھوں پہ مہر کر دی جاتی ہے پھر ساری عمر وہی کرتے چلے جاتے ہیں تا آنکہ موت آجاتی ہے۔

اس میں ہر انسان کے لیے بھی تنبیہ ہے کہ ہر ایک کو معرفتِ حق کی استعداد تو دی گئی ہے۔ ہر ایک کے لیے کتابیں نازل کی گئیں، انبیاء مبعوث کیے گئے۔ سارے علم کے ذرائع اللہ نے مہیا کر دیئے، آخری کتاب آئی پھر اُس کی حفاظت فرمائی، فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (الحجر:9) یہ کتاب، یہ نصیحت، یہ قرآن ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ پندرہ صدیاں گواہ ہیں کہ دنیائے کفر ساری کوششیں کر چکی، مختلف قرآن شائع کیے گئے۔ زیر زبر اور جملوں کی تبدیلی کے ساتھ، بہت کوشش کی گئی۔ حقیقت قرآن کے انکار کا عقیدہ گھڑا گیا کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے، اب یہ وہ نہیں رہا، یوں ایک فرقہ پیدا کیا گیا۔ سارے حیلے کیے گئے اور پندرہ سو سال بڑا عرصہ ہوتا ہے لیکن قرآن ہر زیر زبر ہر نقطے کے ساتھ اپنی جگہ موجود ہے اور نہ صرف کتاب کے اوراق میں محفوظ ہے، اللہ نے اپنے بندوں کے سینوں میں محفوظ کر دی۔ عربی، اردو، انگریزی کے چھوٹے چھوٹے قاعدے ہوتے ہیں۔ کسی بچے سے اگر کہا جائے کہ وہ انگریزی، اردو کا قاعدہ یاد کرے اور ہمیشہ اُسے یاد رکھے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ یاد ہی نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو یاد نہیں رہتا، بھول جاتا ہے۔ قرآن کی حفاظت کا ایسا سامان کیا کہ اسے انسانی دلوں میں، سینوں میں سمو دیا۔ اتنی بڑی کتاب کو سات آٹھ سال کے بچے کے دل میں جمع کر دیتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم جب آیت پڑھنے میں زیر زبر کی غلطی کر دے تو وہ بچہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہاں زبر نہیں زیر ہے، یہاں پیش ہے جبکہ آپ زبر پڑھ رہے ہیں۔ یہاں آپ نے نقطہ پڑھا ہے، یہاں نقطہ نہیں ہے یہاں 'ی' نہیں 'ب' ہے۔ اللہ کریم نے حفاظت کے ایسے اسباب بنا دیئے ہیں۔ (باقی صفحہ نمبر 43 پر ملاحظہ فرمائیں)

28-4-17

شرح مشکوٰۃ المصابیح

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْهَاجِرُ مَنْ هَجَرَمَا نَهَى اللهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے سلامت رہیں اور کامل مہاجر (ہجرت کرنے والا) وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جسے اللہ نے منع کیا ہے۔ یہ لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مسلمانوں میں کون بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔

یہ دوسری حدیث ہے۔ اس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عمروؓ ہیں۔ یہ حضرت عمر ابن خطابؓ کے فرزند نہیں۔ یہ عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ ہیں۔ عمرو ابن العاصؓ کے فرزند ہیں۔ صحابہؓ میں معروف، متقی، پرہیزگار، شب زندہ دار، فقیہہ، محدث اور علم کا خزانہ سمجھے جاتے تھے۔ یہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ وَالْمُهَاجِرُ اور مہاجر وہ ہے مَنْ هَجَرَمَا نَهَى اللهُ عَنْهُ جس نے اُس چیز سے ہجرت کر لی جسے اللہ کریم نے منع کر دیا۔ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ یہاں تک یہ حدیث بخاری شریف کی ہے۔

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ پہلا ارشادِ عالی یہ ہے کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو خطرہ نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلم کو نہ دے اور غیر مسلم کو ایذا دیتا ہو۔ ایسا نہیں ہے۔ جب وہ معاشرے میں بسنے والے مسلمانوں کا تحفظ کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تحفظ پورے معاشرے کو جائے گا۔ شارحین حدیث نے اس کی شرح میں فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلم جو فساد نہ کریں جو اسلام کے مقابلے میں نہ آئیں جو برائی نہ کریں۔ یہ تحفظ اُن کو بھی محیط ہے۔ وہ بھی اس تحفظ، اس پناہ میں آجاتے ہیں۔

سبحان اللہ! کہاں سے شروع کریں؟ حکمرانوں سے یا عوام سے، اوپر سے یا نیچے سے، ہر طرف ایک ہی عالم ہے۔ اک زمانہ تھا ہم نے وہ کہانیاں پڑھیں، بزرگوں سے حکایات سنیں، وہ زمانہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہر بادشاہ ولی اللہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔ بادشاہ کو تو کوئی مجبوری نہیں کہ اُس نے جو کہہ دیا وہ نہ کرے، اُسے تو کوئی شے مانع نہیں۔ بادشاہ تو وہی ہے جس کے پاس اختیارات ہیں تو وہ اپنے اختیارات کی حد میں نیک کام کرتا اور نیکی کو رواج دیتا ہے۔ لوگ کہتے تھے یہ بادشاہ ولی اللہ ہیں کہ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ اب زمانہ ایسا بدلا کہ سب سے زیادہ جھوٹ حکمران

بولتے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کم از کم جو میں سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر بندہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے پھر بھی ڈھٹائی سے بولتا ہے۔ پاکستان کو بنے ہوئے ستر سال ہو گئے۔ طرح طرح کی حکومتیں آئیں۔ حکمرانوں نے بہت وعدے کیے، کبھی عوام کو اعتبار آیا کہ حکمران جو کہہ رہا ہے ایسا ہی ہوگا؟ کسی کو یقین نہیں ہوتا۔ کہہ رہے ہیں کہنے کی بات ہے۔ کیا ایسا ہی نہیں ہوتا؟ ہمارے ہاں تو کام اُلٹ ہو گیا۔ جو بااختیار ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں، جو کمزور بے اختیار ہیں وہ کہاں سچ بولیں گے! صرف یہی نہیں کہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ دوسروں کے لیے ایذا کا سبب بنتے ہیں۔ آج تو سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کی مخالفت حصولِ اقتدار کے لئے کرتی ہیں۔ ہم نے وہ زمانہ دیکھا جب سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کی مخالفت کرتی تھیں لیکن مقابلہ یہ ہوتا تھا، سیاستدان مقابلہ یہ کرتے تھے کہ ان کے منشور سے ہمارا منشور بہتر ہے۔ اگر ہمیں آپ ووٹ دیں گے تو ہم یہ کام بھی کریں گے، یہ بھی کریں گے، یہ بھی کریں گے جس سے ملک کا یہ فائدہ ہوگا۔ عوام کو یہ سہولت ملے گی۔ عوام کی خاطر یہ یہ کام کریں گے۔ یہ مقابلہ ہوتا تھا۔ دوسری سیاسی جماعت اپنا منشور بناتی تھی، وہ کوششیں کرتی تھی کہ اس کا منشور بہتر ہو اور لوگوں کو بتایا جائے کہ اگر انہیں ووٹ دیں گے تو وہ یہ کام بھی کریں گے، تعلیم عام کریں گے، تعلیم مفت کر دیں گے، غریبوں کا علاج مفت کر دیں گے، ہسپتالوں کو مفت دوائیں دیں گے، گاؤں گاؤں میں سڑکیں بنا دیں گے، بجلی لگا دیں گے، تعمیری کام بتاتے تھے۔

آج کے حالات کا تجزیہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ بڑے سے بڑا سیاسی لیڈر جب سٹیج پر آتا ہے تو دوسرے کے گناہ گنواتا ہے کہ اس نے یہ جھوٹ بولا اس نے یہ وعدہ کیا، نہیں کر سکا اور مغلظات پر اُتر آتے ہیں۔ انتہائی گھٹیا زبان اور اس سے زیادہ گھٹیا انداز ہوتا ہے۔ دوسرا آجائے وہ کہتا ہے یہ ہی جھوٹا، یہ بکواس کر رہا ہے، پہلے سے زیادہ بدکلامی کرتا ہے۔ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ اگر اسے موقع ملے تو وہ کون سے مفید کام کرے گا۔ اگر کوئی دوسرے کے گناہ گنواتا رہے تو کیا وہ اس کی نیکیاں بن جائیں گی؟ لیکن اب ہم سٹیج پر آکر بولنے والے کو دیکھتے ہیں، کوئی ایک نہیں، سب سیاستدان، ساری سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے گناہ گنواتے رہتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کیا، اس نے یہ بھی کیا، اُس نے تو جو کیا، کیا، آپ اپنا پروگرام دیں۔ دوسرے کے گناہ گنوانے کے بجائے اپنی نیکیاں بتائیں۔ میرا خیال ہے کوئی تعمیری کام، کوئی نیکی کسی کے دامن میں رہی نہیں۔ یہاں سے ایذائے مسلم شروع ہوتی ہے جو زبان سے دی جاتی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ! جو رواج اعلیٰ سطح سے سیاسی لیڈروں سے، پیروں سے، بزرگوں سے، علما سے شروع ہوتا ہے وہ عوام میں سرایت کر جاتا ہے۔ الناس علی دین ملوکھم یعنی عوام اپنے حکمرانوں کی پیروی کرتے ہیں، اُن جیسا بننا چاہتے ہیں۔ یہ مصیبت وہاں سے شروع ہو کر عام آدمی تک آگئی ہے کہ کوئی اپنی خوبی نہیں بتاتا، دوسرے کے گناہ گنواتا ہے۔

دیندار لوگ بھی بات کرتے ہیں تو کوئی یہ نہیں بتاتا کہ جو اس کی جماعت ہے اُس میں یہ کمی ہے۔ کہتا ہے جو دوسری جماعتیں ہیں ان میں یہ کمی ہے، یہ خرابی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی بہتری ہے تو وہ بتائے خرابی تو ہے اسے جانے دے۔ اب اس سے نہ محراب و منبر محفوظ ہے، نہ نظامِ خانقاہی محفوظ ہے۔ اس میں جو بازی لے گیا ہے، جو سب سے آگے وہ میڈیا ہے۔ میڈیا کی زبان اتنی زہر آلود، اتنی تلخ ہوگئی ہے کہ کوئی اُس سے بچ کے دکھائے۔ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، وہ سوشل میڈیا ہو یا کوئی اور، جھوٹ، جھوٹ اور جھوٹ۔ بہتان، بہتان اور بہتان۔ برائی، برائی اور برائی۔ ایک پورے اخبار میں کوئی نیکی کی خبر نہیں ہوتی۔ کیا پورے ملک میں پچیس کروڑ میں سے کوئی نیکی نہیں کرتا؟ چوبیس گھنٹے ٹی وی چلتا ہے، چوبیس گھنٹے تنقید ہوتی ہے، تعریف کسی کی نہیں ہوتی۔ کیا صرف برائی، برائی اور برائی ہی ہے یا میڈیا صرف برائی کو اُچھالنا چاہتا ہے؟ دکھاتے

ہیں فلاں جگہ قتل ہوگیا، خبر آگئی، آج فلاں جگہ، فلاں نام کا بندہ تھا اُسے گولی ماردی گئی، قتل ہوگیا۔ خبر ختم ہوگئی لیکن میڈیا کے لیے کہاں ختم ہوئی؟ ابھی تو شروع ہوئی۔ اب ایس پی کو فون کرو، تھانیدار صاحب سے ملاؤ۔ تھانیدار صاحب بتائیے کیا ہوا؟ گولی کس طرح چلی، اُس کو لگی یا نہ لگی، کون مرا کون جیا؟ سارا دن اُس پہ بحث ہوتی رہتی ہے۔ برائی پھیلانا تو خود ایک بڑا ظلم ہے۔ برائی کی خبر اول تو دینی نہیں چاہیے، اس سے ماحول خراب ہوتا ہے، دہشت پھیلتی ہے، برائی کی ترغیب ملتی ہے، گناہ کا اشتہار بھی ترغیب گناہ میں آتا ہے۔ دوسرے بھی سوچتے ہیں اُس نے گولی ماردی، میں بھی مارسکتا ہوں۔ پھر بڑھا چڑھا کر میڈیا اُنہیں ہیرو بنا کر پیش کرتا ہے کہ بڑا دلیر آدمی ہے، اُس نے پچیس بندے قتل کردیئے۔ خدا کا خوف کرو۔ نیکی کی خبر کوئی نہیں ہوگی، اگر ہوگی تو دو تین لفظوں میں ہوگی۔ یہ کام ہوگیا، بس بات ختم ہوئی یعنی نیکی پر کوئی زور نہیں ہوگا۔ برائی کے بارے بیان پر بیان! ایک دوسرے کی تضحیک، لوگوں کی توہین کے مختلف انداز ہیں۔ ایک بندہ واقعی برا ہے، برائی کرتا ہے، آپ اُس کی برائی بیان کرسکتے ہیں لیکن متعلقہ ادارے کے سامنے کہ یہ رشوت لیتا ہے، آپ گواہی دیں، ثابت کریں۔ اگر یہ نہیں کرسکتے تو مجلس میں بیٹھ کر باتیں نہ کریں، لوگوں میں بیٹھ کر باتیں نہ کریں، میڈیا پر باتیں نہ کریں۔ چور چور چور، کیا فائدہ؟ اگر وہ چور ہے، آپ کے پاس ثبوت ہے تو آپ عدالت جائیں، ثبوت مہیا کریں، چور کو سزا دلوائیں۔ یہ نہیں کرسکتے تو زبان بند رکھیں۔ اگر واقعی چور ہے اور آپ اُس کے منہ پہ نہیں کہہ رہے اس کے پیٹھ پیچھے کہہ رہے ہیں تو یہ غیبت ہے۔ واقعی اُس بندے میں وہ قصور ہے اور آپ اُس کی پیٹھ کے پیچھے بات کررہے ہیں تو یہ غیبت ہے اور غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔ اگر اُس میں وہ قصور ہے ہی نہیں تو پھر بہتان ہوگیا۔ بہتان تو اُس سے بھی بڑا جرم ہے۔ غیر متعلقہ لوگوں کو بتا رہے ہیں تو یہ غیبت ہے۔ ہاں آپ پولیس میں رپورٹ درج کراتے ہیں، عدالت کو بتاتے ہیں، وہ غیبت نہیں ہے جو ادارہ بااختیار ہے اُس کو جوابدہی کرسکتا ہے وہاں بتاتے ہیں، شہادت دیتے ہیں، وہ غیبت نہیں ہے لیکن آپ مجلس میں بیٹھ کر، ٹی وی پہ آکر، ریڈیو پہ نشر کررہے ہیں، اخبار میں بیان دے رہے ہیں تو یہ غیبت ہے، بڑا ظلم ہے، برائی پھیلانے کے مترادف ہے تو کیا زبان کی اس چوٹ سے کوئی بچا ہوا ہے؟ اگر کوئی بھی محفوظ نہیں ہے تو کیا ہم مسلمان ہیں؟

مسلمانی کی شرط تو یہ ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے مسلمان محفوظ ہوں یعنی جس کی زبان سے مسلمان محفوظ نہیں ہے تو مفہوم تو یہ ہوا کہ پھر وہ خود مسلمان نہیں ہے۔ جب ارشاد یہ ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے مسلمان محفوظ ہوں تو جس کی زبان سے مسلمان محفوظ نہیں وہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ عالی کو آئینہ بنا کر خود کو دیکھیں کیا ہم مسلمان ہیں؟ ہم منبر پر بیٹھ کر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں کرتے، دوسروں کے گناہ گننا شروع کردیتے ہیں کہ اُس میں یہ بھی گناہ ہے، یہ بھی گناہ ہے، اللہ کے بندے یہ اللہ کا دربار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے، اللہ کی بات کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کرو، جس میں جو عیب ہے اُس نے اللہ کے پاس جانا ہے، وہ اُس کا حساب خود لے گا۔ آپ نے تو کسی کا حساب نہیں لینا۔ آپ نے تو اپنا حساب دینا ہے۔ اُس کی فکر کرو پھر اس پہ بس نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ اُس کی زبان سے بھی اور اُس کے ہاتھوں سے بھی۔ دو ہی آلے ہیں انسان کے پاس یا زبانی کسی کی برائی کرتا ہے یا ہاتھوں سے کسی کا نقصان کرتا ہے، اُس کے ہاتھوں سے بھی دوسرے مسلمان محفوظ نہیں اگر وہ نمازیوں میں آکر مسجد میں بم پھوڑ دے اور قتل کردے تو اتنی زیادہ اور سخت ایذا دینے والا کیا خود مسلمان ہے؟ اس حدیث کے مطابق تو مسلمان ثابت نہیں ہوتا۔ راستہ جاتے ہوئے لوگوں کو قتل کردیتا ہے، دھماکے کرتا ہے، مسلم ریاست میں بدامنی پیدا

کرتا ہے۔ دو ہی طریقے ہیں، کوئی زبانی ایسی بات کہتا ہے کہ فساد پیدا ہو جاتا ہے یا کسی کا کردار ہے کہ فساد پیدا کر دیتا ہے تو فرمایا اُس کا مسلمان ہونا مشکوک ہے۔ مسلمان وہی ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھوں سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں تو پھر ہمیں، میں نے ابھی بات کی معاشرے کی، سیاستدانوں کی، حکمرانوں کی، میڈیا کی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ میں خود اس قول پہ پورا اُترتا ہوں؟ کیا لوگوں کو مجھ سے کوئی خطرہ تو نہیں کہ یہ مال لوٹ لے گا، عزت لوٹے گا اگر نہیں ہے تو پھر تو میں مسلمان ہوں اور اگر لوگوں کو ڈر ہے اور میں لوٹ لیتا ہوں، مال چھین لیتا ہوں، یا عزت لوٹ لیتا ہوں یا اُنہیں دُکھ دیتا ہوں یا ایذا دیتا ہوں یا اُن کی غیبت کرتا ہوں، بہتان لگاتا ہوں تو پھر میرا مسلمان ہونا مشکوک ہے۔ وہ جو کہا تھا علامہ مرحوم نے:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

فرمایا، کہنے کو تو سب ہی بڑے بڑے نام ہیں۔ سب کچھ ہے لیکن کیا اسلام بھی ہے؟ اسلام تو سلامتی کا مذہب ہے اور جس مسلمان سے مسلمان محفوظ نہیں ہے، غیر مسلم اُس سے کیسے محفوظ رہ سکتا ہے! اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کو مارتا ہے، اپنے بہن بھائیوں کو قتل کر دیتا ہے، کیا دوسرے لوگ اُس سے اُمید رکھیں گے کہ وہ اس سے محفوظ رہیں گے؟ مسلمان کہلانے والے کی زبان مسلمانوں کو ایذا دیتی ہے، مسلمان کہلانے والے کی باتیں مسلمانوں کو دُکھ دیتی ہیں، مسلمان کہلانے والے کی باتیں معاشرے میں برائی پھیلا رہی ہیں، مسلمان کہلانے والے کی باتیں مسلمانوں کے لیے مسائل پیدا کر رہی ہیں تو پھر وہ خود مسلمان نہیں ہے۔ مسلمان رہنے والے، مسلمان کہلانے والے کا کردار اُس کے ہاتھوں کا کیا ہے؟ وہ دوسروں کا مال لوٹ لیتا ہے، رشوت لے لیتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، قتل کر دیتا ہے، دہشتگردی کر دیتا ہے، بم چلا دیتا ہے، مساجد میں بازاروں میں لوگوں کو مار رہا ہے تو کیا وہ مسلمان ہے؟ چونکہ مسلمان کی شرط اول یہ ہے کہ لوگ اُس کی زبان اور اُس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ مسلمان سلامتی کی علامت ہیں۔ مسلمان کے وجود سے لوگوں کو امن کی، پناہ کی توقع تو ہو، کسی دکھ، کسی تکلیف، کسی پریشانی کا خطرہ نہ ہو۔ اب ہم اپنی زندگی کا کون کون سا شعبہ گنیں، کہاں کہاں شمار کریں۔

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

(سارا جسم داغدار ہو گیا ہے مرہم کہاں رکھوں)

بدن کا ہر حصہ زخمی ہو گیا ہے، کہاں کہاں روئی باندھی جائے! سارا جسم تو زخموں سے بھر گیا ہے، کہاں کہاں پھایا رکھا جائے، سارا جسم ایڑی سے لے کر چوٹی تک زخموں سے بھر گیا ہے۔ اگر ہماری یہ مسلمانی ہے تو ساری مسلمانی زخموں سے چُور ہے۔ جھوٹ ہم بول لیتے ہیں، پراپیگنڈہ ہم کرتے ہیں، بہتان تراشی ہم کرتے ہیں اور علی الاعلان کرتے ہیں، ریڈیو ٹی وی پہ کرتے ہیں، ایک جملہ کہہ کر ملک میں آگ لگا دیتے ہیں، لوگ اُس پہ مرتے ہیں قتل ہو جاتے ہیں، تباہی پھیل جاتی ہے۔

علمائے حق کافروں کو مسلمان کیا کرتے تھے، آج بھی ایسے بندے ہیں جن کی صحبت میں کافر اسلام قبول کر لیتے ہیں لیکن بہت سے پیشہ ور واعظ آ گئے ہیں جو مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہیں، یہ بھی کافر وہ بھی کافر تو پھر مسلمان کون ہے؟ کسی کو تو مسلمان بھی رہنے دو، کفر کا فتویٰ اس پر دیں گے جس کے ماننے والے ہزاروں لوگ ہیں، ایک کو کہیں تو ہزاروں پر فتویٰ چھا جائے، کیا فائدہ؟ میں نے حساب لینا ہے، آپ نے حساب لینا ہے؟ آپ حساب نہ لیں محاسب نہ بنیں۔ آپ نے اپنا حساب دینا ہے، آپ اپنا حساب تو درست کریں۔ آپ ثابت کریں کہ آپ مسلمان ہیں۔ دوسرے کو ایذا دینے والے کا تو اپنا اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اگر کوئی اچھا مسلمان نہیں ہے تو اُس کے لیے دعا کر دو، اللہ اُسے اچھا کر دے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ آج ایک شخص کافر ہے، کل وہ مسلمان بھی تو ہو سکتا ہے۔

کیا بزرگ تھے ہمارے، اور کیا لوگ تھے! مولانا تھانویؒ

شہر پہنچے وہاں اُن کا جلسہ تھا۔ آپ نے تقریر کی، بیان ہوا بڑا جلسہ ہوا، اُس کے بعد قیام گاہ پہ ساتھیوں نے ڈیرہ بنایا ہوا تھا، وہاں تشریف لے گئے۔ بعد میں کوئی شخص آیا کہ فلاں فرقے والے ہمارے مخالف جلسہ کر رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں اشرف (معاذ اللہ) کافر ہے۔ انہوں نے اطمینان سے سنا اور کہا بیٹھ جاؤ، اُسے بٹھا کر کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اگر میں پہلے کافر تھا تو اب تو مسلمان ہوگیا ہوں، بات ختم ہوگئی۔ کیا لوگ تھے۔ اگر وہ مجھے کافر کہتے ہیں تو میں توبہ کرتا ہوں، میں نے شہادت پڑھ لی، میں اب مسلمان ہوگیا ہوں، اب مجھے مسلمان مانو۔ کیا لوگ تھے۔ ہم نے اُن سے ورثے میں کیا پایا؟ کیا ہمارا اتنا حوصلہ ہے، ذرا سوچیں کوئی آپ کو آکر بتائے کہ فلاں آپ کو کافر کہہ رہا ہے تو آپ کا ردِ عمل کیا ہوگا؟ آپ تو بندوق کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔ گولی ماردوں گا، انہوں نے کہا اگر اُس کے خیال میں کافر ہوں تو میں نے اب کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اب تو میں مسلمان ہوگیا ناں؟ کیا بات ہے! ہم نے اُن لوگوں سے کیا پایا کہ ہم مسجد میں بیٹھے لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ مسجد لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے ہے، اسلام سے بھگانے کے لیے نہیں ہے۔ اگر کسی میں قصور ہے، اُس کا عقیدہ درست نہیں ہے، اُس کا عمل درست ہے، اُس کی راہنمائی کیجئے۔ راہنمائی بھی نہیں لیتا تو اُس کے لیے دعا تو کردو کہ یااللہ! اس پر رحم فرما، اسے ہدایت دے۔ وہ دے نہ دے اُس کی مخلوق ہے، ہوسکتا ہے کل ایک بندہ کافر ہو، آج وہ توبہ کرلے، اللہ اُس کی توبہ قبول کرلے، آپ فتوے لگاتے رہ جائیں، کیا فائدہ؟ توبہ کا دروازہ تو موت تک کھلا ہے، تو ہم مسجد سے کافر بنانا شروع کرتے ہیں، بازاروں میں، دفتروں میں، میڈیا میں سیاسی جلسوں میں کہتے ہیں فلاں برا، فلاں برا، کسی کی کوئی اچھائی بھی بتادو۔ کسی کی نہ سہی اپنی بتادو۔ اگر میں یہ سارے لوگوں کے گناہ گنتا رہوں تو وہ کیا میری نیکیاں بن جائیں گی؟ گناہ اُن کے شمار کرنے سے میری نیکیاں تو نہیں بنتیں۔ اگر دوسروں کا قصور ہے تو آپ کا کمال تو نہیں بنتا، آپ اپنا کمال بتائیں۔

وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ یہ پہلی حدیث کا حصہ ہے۔ ایک بہت بڑی سعادت جو عالم اسلام میں نصیب ہوئی، وہ ہجرت تھی۔ ہجرت کیا ہے؟ جہاں کفر کا غلبہ اور آپ اطمینان سے ارکانِ اسلام ادا نہ کرسکیں اور اسلام پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہو تو وہاں سے اُس جگہ چلے جانا جہاں آپ اطمینان سے اسلام پر عمل کرسکیں، یہ ہجرت ہوتی ہے اور جہاں ایسی صورتِ حال ہو وہاں ہجرت واجب ہوجاتی ہے۔ مکہ مکرمہ میں مشرکینِ مکہ نے اسلام پر عمل کو مشکل ترین کردیا۔ ایذا دیتے، مارتے، تکلیف دیتے، دُکھ دیتے، ہر طرح سے روکتے حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت فرمانا پڑی اور قرآن نے کہہ دیا کہ اگر کوئی کلمہ بھی پڑھتا ہے اور وہ ہجرت نہیں کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس سے کوئی تعلق نہیں جب تک ہجرت نہیں کرتے یعنی قرآن نے یہ شرط لگادی۔ قرآن میں موجود ہے کہ اگر کوئی کلمہ پڑھتا ہے، نماز روزہ کرتا ہے لیکن ہجرت نہیں کرتا، اُسی کافر معاشرے پر مطمئن ہے تو اُس سے تمہارے مسلمانوں کا کوئی رشتہ نہیں جب تک ہجرت نہ کریں۔ جب ہجرت واجب ہوگئی تو لوگوں نے گھر چھوڑ دیئے، جائیدادیں چھوڑ دیں، رشتے ناتے چھوڑ دیئے، خویش واقارب چھوڑ دیئے، سب کچھ چھوڑ کر مدینہ منورہ آگئے۔ ایسے چھوڑے کہ جب ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوگیا، مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو مہاجرینِ مکہ جو مدینہ منورہ میں مکین تھے وہ مکہ میں رہے تو انہوں نے قصر نمازیں پڑھیں کہ ہم یہاں مسافر ہیں۔ انہوں نے اپنے گھر، مکان، جائیدادیں واپس نہیں لیں۔ انہوں نے کہا ہم تو اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے، ہمارا ان سے کیا تعلق؟ فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہوگئی۔ مکہ بھی فتح ہوگیا، دارالکفر رہا ہی نہیں، دارالاسلام بن گیا تو ہجرت رہی نہیں، لوگوں کو ایک دُکھ لگا کہ تھوڑا سا عرصہ تھا، بڑی عظمت تھی جنہوں نے

ہجرت کی، قیامت تک ہجرت ختم ہوگئی تو اب ہم کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقی ہجرت باقی ہے اور وہ ہجرت ہے کہ اللہ نے جن چیزوں سے روکا ہے اُنہیں چھوڑ کر اُس طرف آجائے جو اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے، یہ ہجرت قیامت تک جاری ہے۔ گناہ سے ہجرت، نافرمانی سے ہجرت، برائی سے ہجرت۔ فرمایا یہ سعادت قیامت تک جاری ہے۔ وہ کتنا کریم ہے، بندہ اُس کی نافرمانی کر رہا ہے، بندہ اُس کی حکم عدولی کر رہا ہے، بندہ گستاخی کر رہا ہے، کھاتا اُس کا ہے، حکم عدولی بھی اُسی کی کرتا ہے۔ نعمتیں اُس کی استعمال کر رہا ہوتا ہے، گستاخی بھی اُسی کی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ چھوڑ کر آجاؤ تو میں تمہیں ہجرت کا، مہاجر ہونے کا ثواب دوں گا۔ چاہیے تو تھا، مجرم تھا، اُسے سزا دیتا، فرمایا نہیں کوئی بات نہیں تم یہ برائی کی دنیا سے نکل کر اتباعِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہان میں قدم رکھو تو یہ ہجرت ہے اور یہ قیامت تک جو بھی گناہ چھوڑ کے توبہ کر کے نیکی کی طرف آجائے وہ مہاجر ہے۔

ہمارے دور کا یہ بڑا مسئلہ ہے کہ ہم دارالکفر میں جانے کے لیے بڑے پریشان رہتے ہیں۔ یہاں سے کافر ممالک میں جانے کے لیے ہم گھر بیچ دیتے ہیں، زمین بیچ دیتے ہیں، زیور بیچ دیتے ہیں، قرضے لے لیتے ہیں۔ وہاں جا کر کہتے ہیں یہاں پر تو سؤر کھانا پڑتا ہے، یہاں تو نماز کی چھٹی نہیں دیتے، یہاں تو عید کی بھی چھٹی نہیں، یہاں روزہ مشکل ہے۔ میرے بھائی وہاں سے تو ہجرت واجب ہے کہ وہاں کے مسلمان ادھر آجائیں، جہاں آرام سے دین پر عمل تو کر سکتے ہیں۔ تم نے اُلٹا کام کیا، تم مشرکین کے دیس میں جا بیٹھے، یہ ایک اُلٹا کام ہے کہ چند ٹکوں کے لیے دنیا کے لیے عاقبت تباہ کر دی۔ یہ شوق ہر پاکستانی کو ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر امریکہ یہ کہہ دے کہ ہر پاکستانی اپنا گھر، مکان، جائیداد ریاست امریکہ کو دے دے اور اُسے امریکہ کی شہریت مل جائے گی تو پاکستان کے پلے شاید کچھ بھی نہ رہے۔ سارے لوگ گھر بار کو بیچ کر امریکہ چلے جائیں۔ حالانکہ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت واجب ہے لیکن پاکستان بھی دارالاسلام نہیں دارالحرب ہی ہے۔ متحدہ ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت میں شریعت نافذ تھی۔ جب انگریز آیا تو اُس نے اپنا قانون نافذ کیا تو علمائے حق نے سارے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ دارالحرب وہ ہے جہاں مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو رہی ہو، دارالحرب میدانِ کارزار کو کہتے ہیں۔ یہاں احکام دارالحرب کے تھے۔ پھر پاکستان بن گیا لیکن پاکستان میں بھی قانون اُسی نظام، اُسی انگریز کا بنایا ہوا چل رہا ہے لہٰذا پاکستان دارالاسلام نہیں ہے، دارالحرب ہے۔ جب اس کا سارا دستور و آئین، عدالتی، سیاسی، معاشی، تعلیمی سارے نظام اسلامی ہو جائیں گے تو پھر دارالاسلام بن جائے گا لیکن پھر بھی دارالکفر سے بہتر ہے۔ یہاں آپ کو دین پر عمل کرنے سے روکتا کوئی نہیں، حرام کھانے پر مجبور کوئی نہیں کرتا، آپ اگر گدھے کھا رہے ہیں تو مرضی سے کھا رہے ہیں، کوئی زبردستی نہیں کھلا رہا۔ آپ اپنا جانور خرید کر ذبح کر کے حلال گوشت کھا سکتے ہیں، آپ بازار سے گدھوں کا گوشت نہ لیں۔ لوگ کہتے ہیں یہ بازار والے حرام گوشت بیچ رہے ہیں تو آپ نہ لیں، آپ اپنا جانور مرغا خرید لیں، بکرا خرید لیں، گائے بھینس خرید لیں، ذبح کر لیں، کوئی منع تو نہیں کرتا یہاں! آپ نماز نہیں پڑھتے تو کوئی کچھ نہیں کہتا لیکن پڑھیں تو کوئی روکتا بھی نہیں۔ روزہ رکھیں کوئی منع تو نہیں کرتا، عبادت کریں کوئی روکتا نہیں۔ قرآن پڑھیں، تلاوت کریں، ذکر کریں کوئی نہیں روکتا۔ یہاں یہ سہولت ہے، چاہیے کہ جو دارالکفر میں ہیں وہ ہجرت کر کے یہاں آجائیں لیکن یہاں اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے، لوگ یہاں سے اُدھر جا رہے ہیں۔

لوگوں کو افسوس ہوا کہ ہم تو ہجرت سے محروم رہ گئے تو اللہ بڑا کریم ہے اُس نے کہا میں تمہیں ہجرت سے محروم نہیں ہونے دوں گا۔ ایک ہجرت قیامت تک کے لیے جاری ہے۔ وہ ہجرت ہے کہ جن کاموں سے اللہ نے روکا ہے اُنہیں چھوڑ کر اطاعتِ الٰہی میں

آ جائے۔کیسی عجیب بات ہے بندہ گناہ کرتا رہا، برائی کرتا رہا، وہ سو سزا کا مستحق تھا لیکن اس کا کرم ہے، فرماتا ہے توبہ کرکے اس راستے کو چھوڑ کر میری طرف آ جا، میں انعام دوں گا۔اب یہ اُس کا کرم ہے، یہ وہی کرسکتا ہے، یہ اُس کا احسان ہے کہ اُسے مہاجر شمار کرے گا کیونکہ میرا یہ بندہ ہجرت کرکے میرے پاس آ گیا۔ یہ مہاجر ہے، اُسے مہاجر کا درجہ ملے گا، ہجرت کا ثواب ملے گا۔لوگو! یہ دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں:

وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ اور مسلم شریف کی روایت یہ ہے اُس میں تھوڑا سا مختلف انداز ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا مسلمان کون ہے؟ اُس حدیث میں تو ہے کہ مسلمان ہے ہی وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے اور دونوں صحیح اور درست ہیں۔دونوں ارشادات کا وقت الگ ہوسکتا ہے وہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پسند سے فرمایا۔یہ کسی نے سوال عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا۔سوال کرنے والے کا سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہت اچھا مسلمان کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات ارشاد فرمائی کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

میرے بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ عالی کو اپنی جان پر لیجئے۔ہم سارا دن بڑی باتیں کرتے ہیں، کوشش کرو اُس میں جھوٹ نہ ہو، کوشش کرو کسی کی غیبت، کسی کی برائیاں نہ کرو، کوئی فریب، کوئی دھوکہ، کوئی جھوٹے وعدے نہ کرو، برا کہنے سے بہتر ہے چپ رہو، غیبت کرنے سے خاموشی بہتر ہے، جھوٹ بولنے سے خاموشی بہتر ہے۔اللہ کا نام لے لو، درود شریف پڑھ لو، کلمہ پڑھ لو، کوئی دین کی بات کرلو یا پھر کسی کی بھلائی کرو۔آپ سے کوئی برا کرتا ہے تو اُس کی برائی متعلقہ ادارے سے، جہاں اُس کا ازالہ ہوسکتا ہے ضرور بیان کرو۔اگر ایسا نہیں ہے تو پبلک میں بیان کی اجازت نہیں ہے۔ برائی کو پھیلانا مزید برائی اور بہت بڑی برائی ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم برائی کو خبر بنا لیتے ہیں۔میری ایک دفعہ پنڈی میں صحافیوں کے ساتھ ملاقات تھی، بیان بھی تھا، میں نے یہی بات صحافی حضرات سے عرض کی تو کہنے لگے، اب کتے نے بندے کو کاٹ لیا یہ کون سی خبر ہے۔ کتے تو بندے کو کاٹتے رہتے ہیں تو اگر بندہ کتے کو کاٹ لے تو تب خبر بنتی ہے۔کمال ہے یعنی اچھائی کو وہ روٹین میں لیتے ہیں۔یہ تو ٹھیک ہے جب بندہ اُلٹا کام، برائی کرتا ہے تو یہ خبر بنتی ہے۔اگر یہ معیار ہے تو یہ تو برائی کو پھیلانے کے مترادف ہے۔حق یہ ہے کہ برائی کو مشتہر نہ کیا جائے۔ ہماری تو فلمیں اور ڈرامے دیکھ کر لوگوں نے چوری کرنے، ڈاکے ڈالنے، قتل کرنے کے طریقے سیکھے ہیں۔فلموں کو دیکھ کر لوگ اُس طرح بینکوں میں ڈاکے ڈالنا شروع ہوگئے۔ ڈرامے دیکھ کر لوگ اُس کی طرح سے بیویوں کو قتل کرنا شروع ہوگئے ہیں۔ ڈرامے دیکھ کر لوگ بچیاں اغوا کرنا شروع ہوگئے ہیں تو یہ تو برائی کی تربیت کے ادارے بن گئے ہیں۔اللہ ہمیں معاف کرے، اس کا بھی خیال کرنا چاہیے۔ اللہ سیاستدانوں پر رحم فرمائے اور انہیں ہدایت دے۔ اللہ انہیں توفیق دے، یہ بہتان تراشی اور جھوٹ چھوڑ دیں۔اللہ کرے کبھی یہ سچ بولا کریں۔اللہ ہمیں بھی ہدایت دے، ہم اپنے ساتھ بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ہم جھوٹی اُمیدیں وابستہ کرلیتے ہیں۔لوگو! اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ رہو۔یہی اسلام ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین٥

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

27 مئی 2014ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

سوال: شریعت اور طریقت اور معرفتِ الٰہی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: شریعت: واضح ہے، دین اسلام ہر ہر عمل میں راہنمائی فرماتا ہے حتیٰ کہ سوچنے کے انداز تک بھی بتاتا ہے، عمل تو پھر بعد کی بات ہے۔

طریقت: یہ ہے کہ شریعت پر خلوصِ دل سے عمل کیا جائے۔ شریعت کے علاوہ کچھ نہیں۔ شریعت پر خلوصِ دل سے عمل کرنا اور وہ خلوص تلاش کرنا، یہی طریقت ہے، یہی تصوف ہے، یہی ولایت ہے۔

معرفت: اپنی حیثیت کے مطابق عظمتِ باری کا ادراک معرفت ہے، ہر بندہ جو خلوصِ دل سے اطاعت کرتا ہے۔

اطاعت اور عبادات: ہم نے نماز، روزے اور مخصوص عبادات کو عبادات سمجھ لیا۔ مومن کا ہر کام یا نافرمانی ہے یا عبادت ہے۔ یاد رکھیں! زندگی کا ہر کام عبادت ہے اگر وہ شریعت کے مطابق ہے۔ روزی تلاش کرنا، لباس پہننا، وضو کرنا، ہاتھ منہ دھونا، تیار ہونا، مزدوری کرنا یا تجارت کرنا۔ اسی طریقے سے معاشرے میں رہنا، لوگوں سے برتنا، اگر ہم وہ شریعت کے مطابق کر رہے ہیں تو ہر کام عبادت ہے۔ جہاں شریعت کے خلاف ہے وہاں جرم ہے اور یہی حقیقت ہے کہ جب عظمتِ باری کا ادراک ہو جائے پھر اپنی حیثیت کا بھی پتا چل جاتا ہے کہ میں نہ ہونے سے بھی کمتر ہوں۔

سوال: عبادات میں ثمرات کو طلب کرنا اخلاص کے منافی ہے؟

جواب: نہیں! اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ ثمرات کی دعا کرنا اور یہ عرض کرنا اللہ میری عبادت قبول فرما اور اُس پر نیک اجر مرتب فرما، یہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ یہ اخلاص کے منافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، یا اللہ مجھے اتنے پیسے دے دے، میں نماز پڑھتا ہوں مجھے اتنی گندم دے دے، میں نماز پڑھتا ہوں مجھے یہ دے دے تو یہ درست نہیں۔ قربِ الٰہی کے لیے دعا کرنا، رضائے الٰہی کے لیے دعا کرنا یہ تو خود نماز کا حصہ بھی ہے۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ. (ابراہیم: ۴۰) اولاد کی والدین کی بہتری کی دعا، اُن کی بھلائی کی دعا، نماز میں شامل ہے درست ہے، درود شریف نماز میں شامل ہے، تشہد نماز میں شامل ہے، اپنی ساری ضروریات سورۃ فاتحہ میں آجاتی ہیں۔ عظمتِ الٰہی بیان کرتا ہے، اپنی ساری دنیوی، اُخروی ضروریات بیان کرتا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. (الفاتحہ: ۴) ہر عمل میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں، اس لیے کہ تیری ہی عبادت کرتا ہوں، میرا اور کوئی معبود نہیں جس کے سامنے میں درخواست کروں۔ تو یہ ساری چیزیں تو آجاتی ہیں لیکن چیزوں کو مشروط کرنا یہ ناجائز ہے کہ نماز پڑھوں گا، یہ چیز ملے۔ یہ درست نہیں، دعا کرنا ہرگز غلط نہیں۔

سوال: زیادتی ایمان کے لیے، للہ فی اللہ کشف و مشاہدہ کے لیے مجاہدہ کرنا اور دعا کرنے کی جسارت کرنا کیا ہے؟

جواب: بھئی بات یہ ہے کہ کشف و مشاہدہ کیا اللہ ہے؟ اگر غیر اللہ ہے تو غیر اللہ کو عبادت کے ثمرات میں طلب کرنے کا کیا معنیٰ؟ غیر اللہ کے لیے مجاہدہ کیا معنی، یہ تو شرک ہو جائے گا۔ آپ مجاہدہ کرتے ہیں

اور مطلوب اللہ نہیں ہے، اللہ کے علاوہ کوئی چیز ہے تو بات تو بگڑ گئی یہ تو شرک ہوجائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی کو بالکل سورج کی طرح روشن واضح کشف ہوجائے پھر بھی اُس پر یہ پابندی ہے کہ اس کا کشف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام کے اندر ہو۔ جہاں سے حدود کو کراس (Cross) کرتا ہے، وہاں دین صحیح ہے اور کشف غلط ہے۔ تو پھر جب ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں، اُن پر ایمان نہیں ہوتا تو پھر اپنے کشف پر کیا نصیب ہوگا؟ یعنی دو دلیلیں ہیں، ایک اپنی اصل میں اپنی ذات میں قائم ہے اور مضبوط ہے، دوسری دلیل جو ہے اُس کا مدار اس پہلی دلیل پر ہے کہ اس کے مطابق ہے تو وہ ٹھیک ہے اور نہیں ہے تو غلط۔ تو اُس دوسری دلیل پر ایمان قائم رہے گا اور پہلی پر نہیں رہے گا۔ ایمان کی مضبوطی کے لیے یہ کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا، بات ختم ہوگئی۔ اب مشاہدہ ہوگا تو وہ اُس کا محتاج ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ثمرات یا جزا جو ہوتی ہے، یہ منجانب اللہ ہوگی۔ آپ یہ دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ مجھے نیک جزا عطا فرما، اس کا تو حکم ہے شریعت میں لیکن اُسے مشروط نہیں کر سکتے کہ یہ ہو تو میں عبادت کروں یا خاص اس کام کے لیے عبادت کروں۔ عبادت اللہ کا حق ہے وہ ہے ایسا کہ اُس کی عبادت کی جائے۔ جہاں ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں مل رہا وہاں ہم نے بہت کچھ حاصل کیا ہوتا ہے۔ انسان کا مزاج ایسا ہے کہ جو چیز وہ پالیتا ہے اُسے گنتا نہیں ہے۔ تخلیق سے لے کر آج تک کتنا کچھ پا چکا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے: جبرائیلِ امینؑ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایک بندہ بنی اسرائیل میں سے تھا اور جب وہ عاقل بالغ ہوا اور بستی کے حالات دیکھے تو دین تھا لیکن لوگ عمل نہیں کرتے تھے، اُس نے دین سیکھا اور لوگوں کو چھوڑ کر سمندر میں ایک ٹاپو پر جزیرہ نما چھوٹا سا تھا، اُس پر چلا گیا۔ اللہ کریم نے اُس پر مہربانی کی، میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا، اُس پر پھل اُگا دیا۔ وہ چار سو سال زندہ رہا اور پھر اُس نے چار سو سال دوسرے کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔ پھل کھائے، پانی پیا اور عبادت کی، جب چار سو سال کے بعد موت کا وقت آیا تو ملک الموت نے اُسے کہا کہ اللہ کریم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کس حال میں جان دینا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا مجھے وضو کرنے دو، میں نفل نیت کرتا ہوں جب میں سجدے میں جاؤں تو تم روح قبض کر لینا کہ میں قیامت کو اُسی سجدے میں اُٹھوں۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی روح سجدے میں قبض ہوگئی، میں اب بھی جب آسمانوں سے اُترتا ہوں یا اوپر جاتا ہوں، میری نظر اس پر پڑتی ہے تو اس کا وجود سلامت ہے اور سجدے میں اُس ٹاپو پر پڑا ہے، مرورِ زمانہ نے اُس پر اثر نہیں کیا۔ گرمی، سردی، دھوپ، بارش، آندھی میں ویسا ہی محفوظ صحیح سلامت ہے لیکن میں نے یہ قصہ عرض اس لیے کیا ہے کہ عجیب بات یہ ہے کہ میدانِ حشر کو اُٹھے گا، بارگاہِ الوہیت میں پیش ہوگا تو ارشاد ہوگا: اِذْهَبْ بِعَبْدِیْ اِلٰی جَنَّتِیْ بِرَحْمَتِیْ کہ میرے اس بندے کو میری رحمت اور بخشش کے سبب میری جنت میں داخل کر دو تو وہاں وہ عرض کرے گا کہ بارِ الٰہا، تیری رحمت بہت وسیع ہے، تیرے بڑے انعام ہیں لیکن کچھ میں نے بھی کیا ہے۔ آپ نے مجھے زندگی دی، میں نے زندگی تج دی، آپ نے مجھے بیشمار انسانی خصوصیات، لذات دیں میں نے سب چھوڑ دیں، چار صدیاں آپ نے مجھے زندگی دی، میں نے چار صدیاں آپ کی عبادت پہ قربان کر دیں۔ دنیا کا کوئی لطف میں نے نہیں اُٹھایا، کسی سے ملا نہیں، کسی سے بات نہیں کی تو آپ کی رحمت سے ہی جنت جانا ہے، لیکن کچھ تو میری محنت کا بھی اجر ہوگا۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا ارشاد ہوگا کہ میری نعمتوں کی اور اس کی عبادت کا وزن کر لو، اس نے کتنی عبادت کی ہے اور میری نعمتیں کتنی ہیں۔ تو سب سے پہلے ترازو میں بینائی کی ایک نعمت رکھی جائے گی جو اُس نے چار سو سال استعمال کی، باقی ساری نہیں۔ کہیں ایک سے شروع کرنا ہے تو

فرمایا، بینائی سے ہی شروع ہوجائے۔ جب وزن ہوگا تو عبادت کم پڑ جائے گی کیونکہ عبادت تو کی، سو گئے، کبھی کھانے پینے میں لگ گئے، کبھی رفع حاجت میں لگ گئے تو بینائی تو مسلسل استعمال ہوتی رہی۔ تو جب ایک نعمت کے بدلے میں کم ہوجائے گی تو ارشاد ہوگا کہ اسے حساب کتاب چاہیے تو اب باقی جتنی نعمتیں استعمال ہوئی ہیں اسے اتنا عرصہ جہنم میں بھیج دو۔ جب حساب برابر ہوجائے گا تو دیکھیں گے، اُس وقت وہ عرض کرے گا یااللہ! مجھ سے بھول ہوگئی، مجھے معاف کردے، آخر میں نے یہاں غلطی کردی۔ تو ارشاد ہوگا ہاں! معافی چاہتا ہے تو جنت میں بھیج دو، حساب کتاب چاہتا ہے تو اپنا پورا کرلو۔ تو جب یہ سوچتے ہیں ناں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا تو ہم نے بہت کچھ لیا ہوتا ہے، جو کچھ ہم نے لیا ہوا ہوتا ہے اُس پہ ہماری نظر نہیں ہوتی۔ اپنی تخلیق سے لے کر ہم جتنا عرصہ دنیا میں ہیں، ہم نہیں سوچ سکتے کہ ہم کتنی نعمتیں استعمال کرچکے، کتنے انعامات اس نے دیئے ہیں۔ نیند کیا چیز ہے؟ غفلت ہی ہے، بندہ کہتا ہے بیہوش ہوگیا، کیا کچھ بھی نہیں۔ لیکن جس کو کبھی نیند نہ آئے اُس سے پوچھو کبھی کہ نیند کتنی بڑی نعمت ہے۔ بیماروں کو، بوڑھوں کو جن کو جاگنا پڑ جائے ان سے پوچھو، وہ کہیں گے نیند بہت بڑی نعمت ہے۔ نعمتوں کا احساس تھوڑا بہت تب ہوتا ہے جب وہ چھن جاتی ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود اُس نے مانگنے سے منع نہیں فرمایا، مانگو مگر مشروط نہیں، مانگ سکتے ہو کہ میں عبادت کرتا ہوں تو یہ دو، یہ ایسا نہیں ہے، تم اتنی عبادت نہیں کرتے جتنا تم لے چکے ہو۔ اور یہ کشف و مشاہدہ کے لیے محنت کرنا یا اس کی طلب کرنا یہ درست نہیں ہے، عطائے باری ہے جو چاہے جتنا چاہے دے دیتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے والوں کی کوئی بات اور ہے؟ وہ گنہگاروں کو دنیا داروں کو بھی شعور دیتا ہے، وہ بات سے پہلے سمجھ جاتے ہیں کہ مجھے کھٹکا ہے یہ کام ایسے ہوجائے گا۔ کتنے لوگ ہیں جن کا نماز، روزے سے کوئی تعلق ہی کوئی نہیں لیکن وہ بات سمجھ جاتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ایسے ہوجائے گا اور ویسا ہوجاتا ہے، تو اللہ کی عطا۔

پھر کشف کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ آپ کو مل گیا تو ہمیشہ جو آپ چاہیں گے، دیکھ لیں گے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام: ۷۵) فرمایا، ایک لمحہ وہ تھا کہ زمینوں آسمانوں کی ساری بادشاہت، بادشاہت سے مراد ہے نظام سلطنت، بادشاہت کا بجائے خود تو کوئی وجود تو نہیں ناں ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ زمینوں آسمانوں میں کس طرح کی چیزیں بن رہی ہیں، فنا ہو رہی ہیں، کس طرح احکامِ فطرت اُن پر جاری ہو رہے ہیں، کس طرح کہاں کہاں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ فرمایا ہم نے سارا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھا دیا کہ دیکھو یہ نظام اس طرح چل رہا ہے۔ اب تو یہ ابتدائے نبوت تھی، اُن کی قوم ستارہ پرست بھی تھی اور بت پرست تھی۔ وہ لوگ بت بھی بناتے تھے اور سورج ستاروں کی پرستش بھی کرتے تھے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے! آپ قرآنِ کریم کا مطالعہ کریں تو عجیب عجیب باتیں، جیسے آج کے بت پرستوں کو بھی دیکھیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ بھگوان کوئی اور، اللہ کوئی اور ہے اور مہاتما کوئی اور ہے۔ یہ بت بھی اُسی کا ہے، یہ بت بھی اُسی کے وسیلے سے کرتا ہے۔ کمال ہے عبادت بت کی کر رہے ہو اور مانتے طاقت کوئی اور ہو، تو فائدہ کیا اُس بت کی عبادت کا؟ فرعون خود کو خدا منواتا تھا اور اس کے دربار میں بھی بت رکھے تھے جن کی وہ پوجا کرتا تھا۔ کمال ہے! خدا بھی ہو، پوجا بھی کرتے ہو۔ اور قرآنِ کریم میں بھی آتا ہے کہ اُس کو قوم نے کہا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ رہے ہو یہ تمہاری تردید بھی کرتا ہے۔ تمہارے بتوں کی تردید بھی کرتا ہے۔ تو کفر جو ہے یہ بھول بھلیاں ہے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ انسان ایسا گمراہ ہوتا ہے اُس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو وہ قوم بھی ایسی تھی۔ نمرود بادشاہ خود کو خدا بھی کہلواتا تھا، بتوں کی پوجا بھی کرتا تھا، ستاروں کو پوجتے بھی تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کو وہ سارا کھیل دکھا دیا۔ سورج، چاند، ستارے، زمین، آسمان، فطرت کا وہ انداز کہ یہ سارا کچھ کیسے ہو رہا ہے؟ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (الانعام: ۷۵) نہ

صرف زمین پر کیا کچھ ہو رہا ہے بلکہ آسمانوں میں کیا کچھ ہو رہا ہے سب کچھ کھول کر دکھا دیا۔ یہ کشف تھا، مشاہدہ تھا۔ مدت گزر گئی، بڑھاپے میں فرزندِ ارجمند عطا ہوا، مجاہدے کیے، ہجرتیں کیں، مسافرت کیں، بڑی تکلیفیں اُٹھائیں، اطاعتِ الٰہی پر کاربند رہے، آخری عمر میں بیٹا عطا ہوا پھر حکم ہوا اسے بیت اللہ کے پاس لے جاؤ، بیت اللہ کا وجود نہیں تھا، جبرائیلؑ نے راہنمائی کی، اہلیہ اور بچے کو ساتھ لیے منزلیں طے کرتے ہوئے وہاں پہنچے لیکن ہوا یہ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ۔ (الصّٰفّٰت :102) جب وہ اس قابل ہوئے کہ انگلی پکڑ کر اُن کے ساتھ چل سکیں، تین سال، چار سال کا بچہ بھی چل پڑتا ہے تو حکم ہوا کہ انہیں ذبح کر دو۔ اب وہ ابراہیم علیہ السلام جن کے سامنے اللہ کریم نے ایک وقت میں ارض وسماء کا سارا نظام سلطنت کھول کر رکھ دیا تھا، اُسے یہ پتا نہیں کہ میں نے تو صرف بچے کو لٹانا ہے، ذبح تو دنبہ ہوگا۔ اور اگر آپ یہ مان لیں کہ انہیں پتا تھا تو آپ کسی کو بھی کہیں کہ جاؤ اور بیٹے کو لٹاؤ پھر اُٹھا کر دنبہ ذبح کر دینا، پھر قربانی کون سی؟ یہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔ تو کشف کی حیثیت سمجھ آ گئی کہ جہاں رب العالمین چاہتے ہیں کوئی چیز بتانا، بتا دیتے ہیں، جہاں نہیں بتانا چاہتے تو ابراہیم علیہ السلام کو تو یہ بھی پتا نہ چلا کہ چھری کے نیچے سے اسماعیل علیہ السلام کب نکلے اور دنبہ کب آیا؟ انہوں نے تو اسماعیل علیہ السلام کی آنکھوں پر بھی پٹی باندھی اور اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لی کہ کہیں شفقتِ پدری جوش نہ مارے۔ لٹا کر گردن پر چھری رکھی، چھری چلائی، گردن کاٹ دی، خون کے فوارے نکلے، انتہائی نڈھال ہو کر آنکھوں سے پٹی ہٹائی کہ اسماعیل تو ذبح ہو گئے ہیں تو دیکھا تو دنبہ ذبح ہو گیا، اسماعیل علیہ السلام کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ تو ویسے ہی مبہوت ہو گئے کہ میری قربانی کا کیا ہوا، دنبہ کہاں سے آ گیا؟ میں نے تو قربانی اسماعیل علیہ السلام کی کرنی تھی تو اُنہیں وحی الٰہی ہوئی: قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ (الصّٰفّٰت :105) آپؑ نے تو اسماعیل علیہ السلام کی ہی کی، آپؑ نے اپنا خواب سچ کر دیا، اب یہ میری قدرت ہے کہ میں نے اسماعیل علیہ السلام کو کھڑا کر دیا، دنبہ ذبح ہو گیا، تو یہ واقعہ اُن کے علم میں نہیں تھا۔ یہ ہے کشف کی حیثیت، کشف کے لیے مجاہدہ کرنا، مجھ سے پوچھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ شرک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سارے صوفی یہی سمجھتے ہوں گے۔ علمائے ظواہر کے اپنے نظریات ہوتے ہیں۔ دعا کرنا کسی بھی نعمت کے لیے، روزگار کے لیے، اولاد کے لیے، صحت کے لیے، کشف کے لیے بھی کی جا سکتی ہے کہ یا اللہ! مجھے اتنی بصارت دے دے کہ تیری نافرمانیوں سے بچ سکوں۔

کل رات مجھے ایک ساتھی کی E-mail تھی کہ میں چاہتا ہوں جنات کو مسخر کیا جائے اور پھر جنات کے ذریعے کافروں کے بڑے بڑے لیڈروں کو اغوا کر لیا جائے تو جیسے اوبامہ کو اُٹھا لیا جائے اور کہا جائے کہ عافیہ صدیقی واپس کرو اور اوبامہ کو لے جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کیا جائے اور جہاں ہمارے فوجی شہید ہوتے ہیں، اتنا خون بہتا ہے وہاں جنات کو بھیج دیا جائے، یہ کر دیا جائے، وہ کر دیا جائے۔ میں نے اُسے دو سطریں صرف لکھی ہیں۔ پہلی سطر یہ لکھی ہے کہ ایسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ جنات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے، اسلام بھی لائے۔ سورۃ جن پوری ایک سورت ہے، دوسری سورتوں میں بھی ذکر ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر واُحد میں جنات کو حکم نہیں دیا، جاں نثاروں کی قربانیاں دیں۔ ایک بات، دوسری بات یہ کہ یہ ناممکن ہے کہ ہماری جگہ کوئی دوسرا ہو، ہم خود مکلف ہیں اطاعتِ الٰہی کے، جو قربانی دینی ہے ہم نے دینی ہے، ہم اپنی جگہ دوسروں کو کہیں کہ ہماری جگہ جنات جہاد کریں، ہم گھر بیٹھ کر حلوے کھاتے رہیں، ایسا نہیں ہے۔ تو یہ اُلٹ پلٹ سوچیں انسانوں کو آ رہی ہیں، پتا نہیں کہاں سے آ رہی ہیں؟ کیسی عجیب بات ہے! تو جہاں تک دعا کا تعلق ہے آپ کو شوق ہے تو کرو دعا، لیکن کشف، مشاہدہ، القاء، اس کی اپنی عطا ہے جس کو چاہتا ہے جو بات چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ جو نہیں چاہتا وہ نہیں بتاتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ہ

قسط نمبر 2

تزکیہ اور آدابِ شیخ

تحقیق وتحریر: نوید اشرف (واہ کینٹ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے، مدینہ کی ہر چیز منور ہوگئی تھی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد ہاتھ سے مٹی بھی نہ جھاڑ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ یعنی صحابہ کرامؓ جیسی مقدس ہستیوں نے بھی تسلیم کیا کہ جو کیفیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہوتی تھی وہ بغیر صحبت کے نہیں ہوتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''اچھے اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی والے کی طرح ہے۔ کستوری والا یا تمہیں عطا کردے گا یا تم اُس سے خرید لوگے۔ بھٹی والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اُس سے بدبو پاؤ گے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی قائم کر رہا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث شریف میں ہے کہ ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اُس کے ماں باپ اس کو یہودی کر لیتے ہیں، عیسائی کر لیتے ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں۔'' بخاری شریف کی حدیث کا مفہوم ہے کہ ''صالح ہم نشین کی مثال عطر فروش کی سی ہے کہ عطر نہ بھی دے تو اُس کی خوشبو سے بہرہ مند ضرور ہوگا اور بدہم نشین ایسا ہے کہ جیسے لوہار کی بھٹی اگر آگ، بدن اور کپڑے کو نہ جلائے تو بھی دھوئیں کی بدبو دماغ کو ضرور پریشان کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امۃ شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی اُمت میں ہیں۔ پس جو شخص اپنے اوقات شیخ کی صحبت میں صرف کرے گا اس کے متعلق قوی اُمید ہے کہ ضرور مقصود کو پہنچ جائے گا۔

حدیث پاک کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ جب بندے سے محبت کرتا ہے تو اُس کے ذکر کو زمین و آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ پاک کو کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے تو جبرئیلؑ امین کو اپنی بارگاہ میں بلاتے ہیں اور سیدنا جبرائیلؑ سے فرماتے ہیں کیا تُو میرے فلاں بندے کو جانتا ہے جو فلاں جگہ رہتا ہے۔ عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے فلاں بندے سے محبت ہوگئی ہے۔ جبرائیلؑ امین عرض کرتے ہیں بلاشبہ مبارکباد کا مستحق ہے مگر میرے لیے کیا حکم ہے؟ ارشاد ہے اب تُو بھی اُس سے محبت کر، چنانچہ حکم الٰہی کے آگے جبرائیلؑ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں جبرائیلؑ امین بھی اُس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوتا ہے جبرائیلؑ جا زمین و آسمان میں جا بجا اس بندے کے ذکر کے ڈنکے بجا دے۔ کائنات میں اعلان کر دے کہ اللہ کو اس سے محبت ہے۔ پھر آسمانی مخلوق میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمانی مخلوق یہ اعلان سنتے ہیں تو وہ بھی سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر اُس بندے سے محبت شروع کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام آسمانی

مخلوق اس بندے کو محبوب بنا لیتی ہے۔ وہ بندہ کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جو بیٹھتا تو کسی زمین کے کونے پر ہے مگر اللہ اُس کی محبت کے ڈنکے آسمانوں پر بجوا دیتے ہیں۔ سیدنا جبرائیلؑ جب آسمانِ دنیا پہ اس بندے کی محبت کا اعلان کر کے واپس بارگاہِ الٰہی میں آتے ہیں تو عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے؟ جبکہ آسمانی مخلوق نے بھی اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے نہیں جبرائیلؑ ابھی میری محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوا۔ ابھی تو آسمانی مخلوق نے اس سے محبت کی ہے، میری فرشی مخلوق بھی اس سعادت کی حقدار ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھ محبت میں شامل کروں، لہٰذا تم اب زمین میں اُتر جاؤ اور مشرق سے مغرب تک پوری کائنات ارضی میں اسی طرح ڈھنڈورا پیٹو اور اس بندے سے میری محبت کا اعلان کر دو۔ جو بھی اس سعادت کے قابل ہوگا، اُس کے دل میں اس بندے کی محبت بیٹھ جائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر اُس بندے کی مقبولیت اور محبت کو زمین پر اُتار دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ نیک ہونے کے لیے نیکوں کی صحبت ضروری ہے۔ یہ ایک عام بات ہے جس کو ہر کوئی جانتا ہے لیکن باقاعدہ تربیت کے لیے کسی ایک نیک شخص جس کو تربیت کا فن بھی آتا ہو اور اُس کی صحبت میں برکت بھی ہو، تعلق ضروری ہوتا ہے۔ اللہ کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ کوئی بھی فن بغیر اُستاد کے سیکھے نہیں آتا، پس جب اس راہ طریقت میں آنے کی توفیق ہو تو اُستاد طریقت کو ضرور تلاش کرنا چاہیے، جس کے فیض، تعلیم، برکت و صحبت سے مقصد حقیقی تک پہنچنا ضرور آسان ہو جائے۔ یعنی اگر اس راہ کی خواہش ہو تو رہبر کا دامن پکڑ کر چلو۔ اس لیے کہ جو کوئی بھی راہ سلوک پر بغیر شیخ کامل کے چلا اُس کی عمر گزر گئی لیکن کچھ حاصل نہ کر سکا۔ چنانچہ صرف کتابوں سے کوئی بھی کامل نہیں ہوتا۔ بنا بڑھئی کے پاس بیٹھے کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھنے کے کوئی درزی نہیں بن سکتا۔ بلا خوش نویس سے سیکھے کوئی خوش نویس نہیں بن سکتا۔ ایسی ہستی اگر کسی کو میسر آ جائے تو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر استفادہ کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ ایسی ہستی کو طریقت میں شیخ کہتے ہیں۔ ویسے تو شیخ عربی میں بوڑھے کو کہتے ہیں لیکن اس سے مراد رہبر کامل ہے۔ جس کا ہاتھ پکڑنے سے گوہرِ مقصود حاصل ہونے کی اُمید ہو۔

حضرت وحشیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چند لمحے کی صحبت سے وہ مقام مل گیا کہ اگر پوری دنیا اویس قرنیؒ جیسے حضرات سے بھر جائے تو بھی اُن کی گردِ راہ کو نہیں پا سکتی۔ حضرت امام شافعیؒ سے کسی نے پوچھا حضرت معاویہؓ کے دور میں بدامنی رہی جبکہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں امن رہا تو دونوں میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا کہ حضرت معاویہؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گھوڑے پر بیٹھ کر جہاد کے لیے نکلتے تھے تو ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو مٹی جاتی تھی وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ معلوم ہوا کہ صحبت کا نعم البدل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ایک بار حضرت ابراہیم بن ادھمؒ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ملنے کے لیے تشریف لائے۔ امام صاحب نے فرمایا سیدنا ابراہیم آ گئے، طلباء نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا ہم جسموں کی خدمت میں مشغول اور یہ خدا کی خدمت کرنے میں مشغول۔ پس ایسی باخدا ہستی کو ہی مرشد کہا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اپنے وقت کے ولی کامل حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن طلباء نے پوچھا حضرت آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایسے شخص کے پاس جاتے ہیں جو عالم بھی نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تاریخی جواب دیا کہ میں کتاب اللہ کا عالم ہوں جبکہ بشر حافیؒ عالم باللہ ہیں اور عالم باللہ کو عالم کتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے۔

شیخ الاسلام امام غزالیؒ نے باطنی تعلیم خواجہ ابو علی فارمدیؒ سے حاصل کی۔ امام رازیؒ جیسے عالم حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی جوتیاں

سیدھی کرتے رہے۔ مولانا رومؒ جیسی شخصیت حضرت شمس تبریزؒ کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا جامیؒ جیسی شہرہ آفاق شخصیت سلسلہ عالیہ کے شیخ حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ سے بیعت تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسی شخصیت کا تعلق خواجہ باقی باللہؒ سے تھا۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جیسے عظیم محدث ومفسر کا تعلق مرزا مظہر جان جاناںؒ سے تھا۔ اسی نسبت سے انہوں نے تفسیر کا نام بھی مظہری رکھا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہی اگرچہ علم کے آفتاب و مہتاب تھے لیکن اُن کی بیعت کا تعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے تھا۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشاہیر اُمت کو بھی کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر اکتساب فیض کرنے سے مقامات نصیب ہوئے۔ آج بھی کوئی سالک منزل پر پہنچنا چاہے تو اُسے انہی راستوں پر چلنا پڑے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا، اللہ کی محبت توحید کی اساس ہے لیکن اللہ کی محبت بھی اہل اللہ کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

ابوالقاسم قشیریؒ نے فرمایا کہ اگر کسی کا کوئی شیخ نہ ہوگا تو وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں جس کا کوئی شیخ نہیں اُس کا رہبر شیطان ہے۔ میں نے اپنے استاد ابوعلی رفاقؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو درخت خودرو ہوتا ہے وہ پتے تو لاتا ہے مگر پھل نہیں۔ اسی طرح جس کا کوئی شیخ نہیں تو وہ پھر اپنی خواہش کا بندہ ہی رہے گا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں بغیر شیخ کے میرے نفس کی یہ صورت تھی کہ صوفیاء کی کتب کا مطالعہ کرتا تھا اور جو کچھ سمجھ آتا اُس پر عمل کرتا، پھر کچھ مدت بعد اس امر کے خلاف مجھ پر ظاہر ہوتا تو ترک کر دیتا اور دوسرا عمل شروع کر دیتا۔ میری حالت اُس آدمی کی طرح تھی جو کسی گلی میں داخل ہوتا ہے مگر اسے معلوم نہیں ہوتا کہ گلی کا راستہ باہر نکلتا ہے کہ نہیں۔ اگر وہ راستہ پا لیتا ہے تو باہر نکل جاتا ہے وگرنہ واپس لوٹ آتا ہے۔ اگر وہ گلی میں داخل ہونے سے پہلے کسی آدمی سے پوچھ لیتا تو وہ اُسے حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا اور بے فائدہ تھکاوٹ سے بچا لیتا۔ یہی مثال اُس شخص کی ہے کہ جس کا کوئی شیخ نہیں۔ قاضی ثناء اللہؒ نے فرمایا کمال باطنی کی طلب واجبات میں سے ہے، تو پھر شیخ کامل کی تلاش بھی ضروریات میں سے ہوگی کیونکہ وصول الی اللہ بلا توسط شیخ کامل نہایت بعید اور نادرالوجود ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں نفس کو بغیر شیخ کے نہیں مارا جا سکتا لہٰذا نفس مارنے والے کا دامن مضبوطی سے تھام لو۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں، اے عزیز راہ عشق میں بغیر دلیل اور رہبر کے چلنا ممکن نہیں۔

امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں شیخ کا مرتبہ ماں باپ سے اونچا ہے کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اور آفتوں سے بچاتے ہیں اور شیخ دوزخ کی آگ اور سختی سے بچاتے ہیں۔ حضرت سید کبیر رفاعیؒ فرماتے ہیں کامیابی کا دارومدار یقین پر ہے جس سالک کا شیخ پر یقین نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ جو چھ لاکھ احادیث کے حافظ تھے مگر بشر حافیؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ اتنے بڑے عالم اور ایک فقیر کے پاس جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اُن کی صحبت میں ایسی باتیں ملتی ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتیں۔ سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں لاکھ دفعہ بخاری شریف پڑھو جب تک کسی شیخ کامل کے جوتے سیدھے نہ کرو گے کچھ بنے گا نہیں۔ قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی دوکان سے ملتی ہے۔ کپڑا کپڑے کی دوکان سے، حکمت حکیم سے، دوا پنساری سے، علم مدرسہ سے، مگر علم کے مصداق رنگ چڑھانا ہو تو اہل اللہ کی صحبت، عقیدت، ادب اور اطاعت سے نصیب ہوگا۔ مولانا قاسم نانوتویؒ سے کسی نے عرض کی کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ میں عالم ہوں اور وہ عالم گر ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں عالم کو چاہیے تدریس کی فراغت کے بعد صحیح مرتب متبع سنت کی صحبت میں کم از کم چھ ماہ کے لیے رہے اور اپنے سب دعوٰی مٹا کر رہے۔

مفتی محمد شفیع نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کا ایک

راستہ یہ بھی ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرے۔ مقام محبت خود کو کسی شیخ کامل کے حوالے کئے بغیر عموماً حاصل نہیں ہوسکتا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں رنگ ہے قرآن، رنگ فروش ہیں علماء کرام، رنگ چڑھانے والے صوفیاء وعظام۔

فضائل صحبت اہل اللہ

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

مطلب یہ کہ نیک آدمی کی صحبت تم کو نیک بنادے گی اسی طرح بدبخت کی صحبت تم کو بھی بدبخت بنادے گی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی کا طالب ہو تو اُسے چاہیے کہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد گرامی ہے برے لوگوں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے صحبت صالح بدرجہا بہتر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول ہے کہ بدن کے قرب کا دلوں پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی کسی صحابیؓ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ غیر صحابہ سے افضل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابہؓ نے جو نصف صاع اللہ کی راہ میں خرچ فرمایا، بعد والا اگر احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو برابر نہیں۔ یہ کمال، یہ فرق حاصل ہوا صحبت عالی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، میں اہل اللہ کی صحبت فرض عین قرار دیتا ہوں کیونکہ اصلاح نفس بدون صحبت اہل اللہ کے عادتاً محال ہے اور جب اصلاح نفس فرض ہے تو مقدمہ فرض کا بھی فرض ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نفس کی اصلاح فرض عین ہے جس طرح جسمانی بیماریوں کا علاج سنت ہے اسی طرح روحانی بیماریوں کا علاج فرض عین ہے حالانکہ لوگ جسمانی امراض کے علاج کو ضروری سمجھتے ہیں۔

یہ بات واضح ہوگئی کہ تزکیہ کے لیے بنیادی چیز نسبت کا حصول یا صاحب نسبت بزرگ سے بیعت کا تعلق ضروری ہے۔ نسبت کیا ہے اور صاحب نسبت اللہ کے ولی سے بیعت کیوں ضروری ہے؟ اس کا مختصر ذکر کیا جارہا ہے تاکہ سالک کو آداب شیخ سے پہلے حاصل نسبت شیخ کی اہمیت وضرورت کا اندازہ ہوجائے۔

نسبت و حصول نسبت

ایک چیز کا دوسری چیز سے تعلق قائم ہوجانا نسبت کہلاتا ہے۔ گویا نسبت ایک چیز کے دوسری چیز سے انمٹ گہرے تعلق اور لگاؤ کو کہتے ہیں۔ اس تعلق کی وجہ سے اشیاء کی قدر بدل جاتی ہے۔ کسی معمولی چیز کی نسبت کسی اعلیٰ چیز سے ہوجاتی ہے تو اس کی قدر بدل جاتی ہے۔ مثلاً ایک اینٹوں کے بھٹے پر کچھ اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔ تیاری کے بعد اُن میں سے کچھ اینٹیں بیت الخلا میں لگادی جاتی ہیں جبکہ کچھ اینٹیں مسجد میں لگادی جاتی ہیں۔ اب ایک ہی بھٹے میں تیار کی ہوئی اینٹیں جو کہ ایک ہی خام مال، ایک ہی درجہ حرارت پر ایک ہی جگہ میں تیار ہوئیں۔ جگہ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اُن کی اپنی حیثیت بھی تبدیل ہوگئی۔ جو بیت الخلا میں لگی وہ ایسی ناپاک ہوئی کہ ہم ننگے پاؤں ادھر جانا بھی مناسب نہیں سمجھتے اور جو مسجد میں لگی اُس کی عزت افزائی یہ ہوئی کہ ہم وہاں جوتے اُتار کے جاتے ہیں اور رب کے حضور سجدہ بھی بجالاتے ہیں۔ ساری زمین اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے لیکن پوری زمین کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا لیکن حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن تمام مساجد کو بیت اللہ کا حصہ بنا کر بیت اللہ کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ اب زمین کا وہ حصہ جس میں سے لوگ جوتوں سمیت گزر جاتے تھے۔ جانور پاخانہ، پیشاب وغیرہ کردیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اُسے وہ مقام نصیب ہوا کہ جنت کا حقدار ٹھہرا۔

فقہا نے ایک مسئلہ لکھا ہے کہ عام گتے کا ایک ٹکڑا اگر قرآن کریم کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو وہ قرآن کریم کا حصہ بن جاتا ہے۔ جو حکم قرآن مجید کے ادب کا ہے وہی اس گتے کا بھی ہے کیونکہ اُسے

قرآن کریم سے ایک نسبت خاص حاصل ہوگئی ہے۔ اصحاب کہف کے کتے کے متعلق بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ کریم قیامت میں اُسے بھی جنت میں پہنچا دیں گے اگر نیکوں کی نسبت سے کتے کو جنت مل سکتی ہے تو جو مومن اہل اللہ کے ساتھ نسبت پکی کر لے گا اُس کی نجات کیوں نہیں؟ کھجور کا ایک تنا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہوئی اُس کے ساتھ بھی جنت کا وعدہ کر دیا گیا۔ دنیا کا کوئی اونٹ جنت میں نہیں جائے گا مگر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی سے بھی جنت کا وعدہ فرمایا گیا کیونکہ اُسے حضرت صالح سے نسبت ہے۔ نسبت کی حقیقت کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی میں ایک یہ بات رکھی ہے کہ کسی امر مسلسل کو اختیار کرنے سے وہ اس کا عادی ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا ترک کرنا اُس کے لیے امر محال ہوجاتا ہے مثلاً ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں جس بندے کو نماز کی عادت نہیں اسے نماز کے لیے کہہ دیں تو اس کے لئے نماز پڑھنا ایک بڑا بوجھ بن جاتا ہے لیکن جس کو عادت ہے اُس کے لیے وہی نماز بہت آسان ہے اور اگر نہ پڑھے تو اُسے سخت رنج اور پشیمانی ہوتی ہے حتیٰ کہ ادا نہ کر لے۔

بعض لوگوں کو صاف ستھرا لباس پہننے کی اس حد تک عادت ہوجاتی ہے کہ وہ کپڑوں پر ایک شکن تک نہیں آنے دیتے لیکن بعض دوسروں کے لیے یہ چیز کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ اسی طرح جب کوئی رضائے الٰہی کے لیے کمربستہ ہوجاتا ہے اور اپنی ظاہر و باطن کی اصلاح کے لیے کمربستہ ہوجاتا ہے تو اس کے حصول کے لیے محنت، مجاہدے اور اطاعت الٰہی میں کوشاں رہتا ہے اور ذکر الٰہی پر مداومت کرتا ہے تو جب وہ کچھ عرصہ اسی محبت میں گزارتا ہے تو یہ حالت اُس میں راسخ ہوجاتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ یادِ الٰہی اُس کے دل میں صفت بن جاتی ہے اور اطاعتِ الٰہی اُس کے نفس کا تقاضا بن جاتی ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں ''نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کیفیت کا نام ہے بندہ کا اللہ تعالیٰ سے عشق کا تعلق ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا بندے سے رضا کا۔'' اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے متعلق فرماتے ہیں رضی اللہ عنھم ورضو عنه یہ دلیل ہے صحابہؓ کی نسبت کی۔ گویا کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی دائمی رضا مندی عطا کر دیتے ہیں۔ ارشاد باری ہے ''ان عبادی لیس لک علیھم سلطان''۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ بعض لوگ اتباع شریعت کے ساتھ وہ مقام پا لیتے ہیں کہ شیطان ان سے کوئی ایسا گناہ نہیں کروا سکتا جو نا قابل معافی ہو۔ حدیث قدسی میں ہے کہ ''میرا بندہ نوافل سے اتنا قرب پالیتا ہے کہ میں اُس کے کان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ کام کرتا ہے۔ میں اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں کہ جن سے وہ چلتا ہے۔'' اس حدیث مبارکہ سے بھی نسبت کے قوی ہونے کی دلیل ملتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ بھی ڈالا ہے میں نے اُسے ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔'' یہ اشارہ ہے اس طرف کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احوال و کیفیات کو منتقل کیا آپ کی طرف یعنی ایک باطنی نسبت کو منتقل کیا ابوبکر صدیقؓ کے سینے میں۔ نسبت کے حاصل ہونے کا مدار ذکر الٰہی پر مداومت اور شریعت پر استقامت میں ہے۔ اسی چیز کو راسخ کرنے کے لئے مشائخ طریقت اسباق کی محنت کرواتے ہیں۔ کسی بھی کامل شیخ سے بیعت ہوئے بغیر مجاہدے سے اس چیز کو حاصل کرنا فی زمانہ ناممکن نظر آتا ہے۔ کوئی بھی لمبا اور نامعلوم راستہ اختیار کرنا جس میں جگہ جگہ شیطانی اور نفسانی رکاوٹیں موجود ہوں اور رہبر بھی ساتھ نہ ہو، دانشمندی نہیں۔ ظاہر ہے اس میں منزل پر پہنچنے کے امکانات بہت کم اور بھٹکنے کے بہت زیادہ ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی کامل شیخ کے دامن سے وابستہ ہوکر نسبت کی نعمت کو حاصل کیا جائے۔ محفوظ راستوں کو چھوڑ کر پر خطر راستوں پر چلنا حماقت ہے۔ (جاری ہے)

خواتین کا صفحہ

حضرت اُمِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

آپؓ کا نام اُم عبد بنت عبدود بن سوی، ھذلیہ ہے۔ (الطبقات، ج:۸،ص:۲۸۹)

اپنے جلیل القدر فرزند عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت سے ان کی کنیت اُم عبداللہ ہے۔

قبولِ اسلام:

اولین لوگوں کے ساتھ شروع میں مسلمان ہوگئی تھیں۔ اس بارے میں خود فرماتی ہیں "زمین پر مسلمانوں کے اندر میں اپنے آپ کو چھٹے نمبر پر دیکھتی ہوں۔" (یعنی چھٹے نمبر پر مسلمان ہوگئی تھیں)

عظیم صحابی رسول کی ماں:

عظیم المرتبت صحابی سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بھی اولین مسلمانوں میں سے ہیں۔ حضورؐ کے بعد سب سے پہلے قرآن کریم بانگ دہل یعنی بلند آواز سے پڑھنے کی سعادت بھی انہیں حاصل ہے۔ دونوں ہجرتیں بھی کیں اور تمام غزوات میں بھی شریک رہے۔ بہت ذہین، متقی، پرہیزگار اور علماء صحابہ میں سے تھے۔ بہت سے علم کو انہوں نے نقل کیا اور روایت کیا۔ رسولؐ اللہ کے پاس کثرت سے آنا جانا رکھتے تھے۔

قبولِ اسلام:

حضرت عبداللہؓ کے اسلام کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے اور اُم عبداللہؓ کی اعلیٰ تربیت پر دلالت کرتا ہے اور ساتھ ہی حضرت عبداللہ کی امانت ودیانت پر بھی دال ہے۔

ابن سعدؒ اپنی سند کے مطابق زر بن حبش بن جاشر سے اور حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ "میں ایک چھوٹا بچہ تھا اور بکریاں چراتا تھا۔ بکریاں عقبہ بن ابی معیط کی تھیں (جو دشمنِ رسولؐ تھا)۔ ایک مرتبہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ (ہجرت کرتے ہوئے) مدینہ کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں میرے پاس آئے اور دونوں نے پوچھا اے بچے! کیا تیرے پاس دودھ ہے جو ہم پی لیں؟ تو میں نے کہا "میں امانتدار ہوں اور تمہیں دودھ نہیں پلاسکتا تو پھر نبی کریمؐ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی بکری کا چھوٹا بچہ (مادہ) ہے جس سے ابھی تک کسی نے جفتی نہ کی ہو۔"

میں ایک چھوٹی بکری لے آیا تو نبیؐ نے اس کو اپنی ٹانگوں میں پکڑا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ مبارک پھیرا اور برتن منگوایا۔ بکری کی بچی کے تھن دودھ سے تھلاتھل بھر گئے اور پھر حضرت ابوبکرؓ (برتن نہ ہونے کی وجہ سے) ایک بڑا پتھر جس میں گڑھا بنا ہوا تھا، لے کر حاضر ہوگئے۔ پھر حضورؐ نے اس میں دودھ نکالا اور وہ دودھ سے بھر گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے پیا اور سیراب ہوگئے اور پھر حضورؐ نے پیا اور سیراب ہوگئے۔ تو میں آپؐ کی خدمت میں آگے بڑھا اور عرض کیا "مجھے یہ بات سکھا دیجئے، (یعنی قرآن اور مسلمان بنا دیجئے) تو آپؐ نے مجھے فرمایا "تُو تعلیم یافتہ بچہ ہے۔" پھر میں نے آپؐ کے منہ مبارک سے ستر سورتیں لیں اور ان میں مجھ سے کوئی جھگڑا نہیں کرتا۔

(الطبقات، ج:۳،ص:۱۔۱۵۰)

بیت نبوی سے ہمسائیگی

حضرت اُم عبداللہؓ حضورؐ کے قریب رہنے والی تھیں اور حضورؐ کے گھر اکثر آنا جانا رکھتی تھیں۔ یہ بھی اور ان کے نرزند بھی،

یہاں تک کہ ان کو اور ان کے فرزند کو حضورؐ کے گھر والوں میں سے سمجھا جانے لگا۔ اسی بارے میں ابوموسیٰ اشعری کی حدیث سے منقول ہے کہ حضرت ابوموسیٰ خود فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور ایک زمانے تک ٹھہرے رہتے اور ہم عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ کو حضورؐ کے ہی اہلخانہ سمجھتے رہتے اس لئے کہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا کثرت سے آنا جانا اور حضورؐ کے ساتھ رہنا دیکھتے تھے۔ (بخاری و مسلم اور ترمذی، ص:۸، ۳۸۰)

ایک اور روایت ہے کہ یہ حضورؐ کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے۔ یہ روایت اور ابوموسیٰ اشعری کی گواہی حضرت اُم عبداللہ کے لئے فضیلت کا سبب ہے اور بہت اکرام کی بات ہے۔

ابن اُم عبد:

حضورؐ کے ہاں حضرت اُم عبداللہ کا خاص مرتبہ تھا۔ آپؐ ان کو اور ان کے بیٹے کو یوں یاد فرماتے ''ابن ام عبد'' یعنی اُم عبد کا بیٹا۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا ''جو شخص بھی پسند کرے کہ قرآن اُسی طرح پڑھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو ابن اُم عبد کی طرح پڑھے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج اور ۴۷۶۔ امام احمد نے، ج:۱، ص:۴۶۵ اور ابن ماجہ نے ص:۱۳۸ پر روایت کیا)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا ''ابن اُم عبد کی زندگی کو مضبوطی سے پکڑو۔'' اور یہ بھی فرمایا ''میں تمہارے لئے راضی ہو گیا اس میں جس میں تمہارے لیے ابن اُم عبد راضی ہوا۔'' (سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۴۷۶)

حضورؐ کے حکم پر خطبہ

امام طبرانیؒ نے ابودرداء کی حدیث سے تخریج فرمائی ہے کہ حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا کہ وہ (لوگوں کو) خطبہ دیں تو ابن اُم عبد کھڑے ہوئے اور فرمایا ''بیشک اللہ ہمارا پروردگار ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا امام ہے اور (کعبہ) گھر ہمارا قبلہ ہے اور یہ (حضورؐ کی طرف اشارہ فرمایا) ہمارے نبی ہیں۔ ہم ہر اس چیز پر راضی ہیں جس پر اللہ اور اس کے رسولؐ ہمارے لئے راضی ہیں۔''

تو رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ''اُم عبد کے بیٹے نے صحیح کہا اور سچ کہا اور میں راضی ہوں اس چیز کے ساتھ جس کے ساتھ اللہ راضی ہو، میرے لئے میری اُمت کے لئے اور اُم عبد کے فرزند کے لئے۔ میں نے ناپسند کیا اس چیز کو جس کو اللہ نے میرے لئے ناپسند کیا اور میری اُمت کے لئے اور اُم عبد کے فرزند کے لئے۔'' (درالصحابہ: ص: ۳۵۳) مبارک ہو اُم عبد کو یہ تعریف اور خوشخبری اور نبوت کی گواہی۔

اُم عبد کا سنت کی تفصیل بیان فرمانا

حضرت عبداللہ نبی اکرمؐ کے نمازِ وتر کے طریقے کو جاننے کے بہت حریص تھے۔ انہوں نے اپنی والدہ اُم عبد کو حضورؐ کے گھر بھیجا تاکہ وہ خود حضورؐ کو وتر ادا فرماتے ہوئے دیکھ کر آئیں۔ تو ان کی والدہ نے حضورؐ کے گھر رات بسر کی اور پھر ابن مسعود اپنی والدہ اُم عبد سے روایت کرتے ہیں ''نبیؐ نے جتنا چاہا نوافل ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ رات کا آخری حصہ آیا تو آپؐ نے وتر ادا فرمائے۔ پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ اور دوسری میں کافرون تلاوت فرمائی۔ پھر آپؐ تعدے میں بیٹھ گئے اور سلام نہیں پھیرا اور تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص تلاوت فرمائی، پھر تکبیر کہی اور قنوت پڑھی، پھر جتنا اللہ نے چاہا دعا مانگی اور تکبیر کہی اور رکوع فرمایا۔ (الاستیعاب، ج:۴، ص:۴۵۰)

حضرت عمرؓ کے ہاں درجہ:

حضرت عمرؓ کے ہاں اولین مہاجرات کے لئے بلند درجہ تھا۔ آپؓ نے ہر ایک کے لئے دو ہزار درہم مقرر فرمائے اور صفیہ بنت عبدالمطلب، اسما بنت ابی بکر صدیق اور اسماء بنت عمیسؓ کے ہمراہ اُم عبدؓ بھی شامل تھیں۔ اور وہ دوسروں کو بھی ان کے ساتھ حسن سلوک پہ اُبھارتے تھے۔

(باقی صفحہ نمبر 47 پر)

بچوں کا صفحہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا تعلق اُن صحابہ کرام سے ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان کہلاتے تھے۔حضرت حذیفہؓ کے والد کا تعلق مکہ مکرمہ کے قبیلہ بنی عبس سے تھا۔ایک جھگڑے کے دوران آپؓ کے والد کے ہاتھوں ایک شخص کا قتل ہوگیا۔مزید جھگڑوں اور قبائلی جنگوں سے بچنے کے لیے وہ یثرب (مدینہ منورہ کا پرانا نام) چلے گئے، پھر وہیں شادی کی اور اُن کے ہاں حضرت حذیفہ بن یمانؓ پیدا ہوئے۔زندگی کے بقیہ سالوں میں بھی حضرت ابو حذیفہؓ کی مکہ مکرمہ آمدورفت تو رہی لیکن مستقل طور پر وہ مدینہ منورہ ہی میں رہے۔

جب اسلام کا نور پھیلا تو حضرت حذیفہؓ کے والد اُن دس خوش قسمت افراد میں سے تھے جو مدینہ منورہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اس طرح حضرت حذیفہؓ خاندانی اعتبار سے مکی اور پیدائشی اعتبار سے مدنی تھے۔ آپؓ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے اور مسلمان والدین کے زیرسایہ پرورش پائی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے سے چند سال پہلے آپؓ کے والد محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت فرما چکے تھے۔حضرت حذیفہؓ نے اس ماحول میں آنکھ کھولی جہاں ہر وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی باتیں ہوتی تھیں۔آپؓ ذرا بڑے ہوئے تو آپؓ بھی بڑے شوق سے ہر آنے جانے والے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف حمیدہ سنتے رہتے۔آپؓ کو بچپن ہی سے ہر وقت یہ دُھن رہتی کہ کسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ بالآخر آپؓ سے رہا نہیں گیا تو آپؓ یہ شوق دل میں لیے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ملاقات کا شرف حاصل کیا اور پھر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مہاجر ہوں یا انصاری؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، چاہو تو مہاجر کہلاؤ یا انصاری، تمہیں مکمل اختیار ہے۔ اس پر حضرت حذیفہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انصاری بننا پسند کروں گا۔

حضرت حذیفہؓ تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، سوائے غزوۂ بدر کے۔غزوۂ بدر میں شامل نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ جس وقت غزوۂ بدر کی تیاریاں تھیں ان دنوں حضرت حذیفہؓ اپنے والد کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں اہل قریش نے انہیں اور ان کے والد کو پکڑ کر گرفتار کرلیا اور پھر اس وعدے پر چھوڑا کہ یہ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوں گے۔اُن لوگوں سے رہائی پانے کے بعد آپ دونوں حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ سنایا۔آپ دونوں کی پریشانی دیکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت فرمائی اور فرمایا کہ ہم قریش سے کئے گئے معاہدے کو پورا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔

غزوۂ اُحد میں حضرت حذیفہؓ اور اُن کے والد محترم دونوں نے شرکت فرمائی۔ حضرت حذیفہؓ کے والد محترم حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ بن وحش کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے خیموں کی نگرانی کی ذمہ داری سپرد کی۔ یہ دونوں عمر رسیدہ تھے۔ جس وقت جنگ نے شدت اختیار کی تو حضرت یمانؓ نے حضرت ثابتؓ بن وحش سے کہا کہ اب ہمیں کس چیز کا انتظار ہے، ہم عمر کے آخری حصے میں ہیں اور کچھ پتہ نہیں کہ آج گئے کہ کل، کیوں نہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ میں ساتھ دیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت عطا فرمائیں، یہ کہہ کر دونوں حضرات اپنی اپنی تلواریں لے کر میدانِ جہاد میں اُتر آئے۔ حضرت ثابتؓ بن وحش ایک کافر کی تلوار سے شہید ہوگئے جبکہ حضرت یمانؓ کو مسلمان مجاہدین پہچان نہیں پائے اور کسی مسلمان مجاہد کی تلوار سے وہ شہید ہوگئے۔ حضرت حذیفہؓ نے دُور سے دیکھا اور سمجھ گئے کہ مسلمان مجاہدین اُن کے والد کو پہچان نہیں پائے، وہ دُور سے دوڑے آئے اور پکارتے رہے ''میرے والد، میرے والد'' لیکن جنگ اور تلواروں کے شور میں کوئی انہیں سن نہ سکا۔ والد کی شہادت کے بعد حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: میرے ساتھیو! اللہ تمہیں بخش دے، بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپؐ نے ان کو والد کی دیت دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس پر حضرت حذیفہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا جان شہادت کے طالب تھے اور وہ ان کو مل گئی۔ الٰہی گواہ رہنا میں نے یہ دیت مسلمانوں کے لئے وقف کردی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک تھا کہ جس صحابی میں جو خوبیاں اور صفات ہوتی تھیں آپؐ ان خوبیوں اور صفات کے مطابق اس صحابی کو فرائض اور ذمہ داریاں عطا فرماتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ رازداری اور اسرار و رموز کو سینے میں محفوظ کر لینے میں بے مثال تھے۔ اپنی اس خوبی کی وجہ سے آپؓ کو حضور اکرمؐ کا رازدان ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو سب سے بڑی جس مشکل کا سامنا تھا وہ وہاں کے یہودی اور ان کے معاون منافقین تھے جو مسلسل حضور اکرمؐ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں کسی نہ کسی طرح لگے رہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو وہاں موجود منافقین کے نام بتائے اور اُن پر نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں کسی مسلمان کے فوت ہونے کی اطلاع آتی اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے یا اس نمازِ جنازہ میں شامل ہونے سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ پتہ کرواتے کہ آیا حضرت حذیفہؓ اس نمازِ جنازہ میں شامل ہیں؟ اگر وہ شامل نہ ہوتے تو حضرت عمر فاروقؓ نمازِ جنازہ پڑھانے سے رُک جاتے۔ اسی طرح اپنے دورِ حکومت میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا سرکاری نمائندوں میں کوئی منافق ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے بتایا کہ ایک ہے لیکن نام نہیں بتایا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اسی شخص کو عہدہ سے فارغ کر دیا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں اُنؓ کی رہنمائی فرمائی ہے۔

حضرت حذیفہؓ میں ایک اور خوبی ایسی تھی جو کم لوگوں میں ہوتی ہے، وہ یہ کہ آپؓ فوراً معاملے کی تہہ تک پہنچ کر معاملے کے مطابق فوری فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ کو مشرکین عرب نے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا لیکن خیمے لگا کر خندق کے دوسری طرف بیٹھ گئے۔ دشمن کا یہ محاصرہ بہت طویل ہوگیا۔ اُن کے اس طویل محاصرے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آباد مسلمانوں کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ جنگی نقطہ نگاہ سے اس قسم کے موقع پر جو فوج پہلے بھاگ جائے یا آہ وزاری کرنے لگے اس کو فوج کی شکست سمجھا جاتا ہے اور جو فوج ڈٹی اور جمی رہے وہ فتحیاب سمجھی جاتی ہے۔

اس مشکل وقت میں دشمن کی فوج بھی طویل محاصرے کی وجہ سے مصائب و مشکلات کا شکار تھی۔ پھر عین اس وقت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ

کی طرف سے مدد نصیب ہوگئی۔ایک شدید آندھی چلی جس نے محاصرہ کیے دشمن کے خیمے اُکھاڑ پھینکے۔اُن کی پکی ہوئی کھانے کی دیگیں اُلٹ گئیں، جانور بھاگنے لگے، چراغ گل ہوگئے اور ان کے منہ اور آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔اس آندھی نے تھکے ہوئے دشمن کی ہمت بالکل ہی ختم کردی۔حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ اس رات شدید سردی تھی اور ہم لوگ بھی خندق کے دوسری طرف تیار تھے کہ کہیں دشمن اس صورتِ حال کا فائدہ اُٹھا کر خندق پار کرنے کی کوشش نہ کرے اور ہماری عورتوں اور بچوں کو نقصان نہ پہنچائے۔اس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوج میں گشت کرتے ہوئے میرے پاس تشریف لائے،اس شدید کالی رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب تشریف لا کر فرمایا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کہ آپ ؐکا خادم حذیفہ ہوں۔حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ دیکھو دشمن اس وقت نازک ترین صورتِ حال سے دوچار ہے۔تم ایسا کرو کہ چپکے سے دشمن کے لشکر میں شامل ہو جاؤ اور صحیح صورتِ حال کا جائزہ لے کر مجھے اطلاع دو کہ اب ان کے کیا عزائم ہیں۔حضرت حذیفہؓ جلدی سے اُٹھے،اس وقت شدید سردی سے آپؓ کانپ رہے تھے۔حضور اکرمؐ نے دعا فرمائی کہ الٰہی! حذیفہ کی آگے پیچھے، اوپر نیچے اور دائیں بائیں سے حفاظت فرما۔حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ ابھی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میرے دل سے دشمن کا ہر طرح کا خوف دُور ہوگیا اور سردی کا کوئی احساس باقی نہ رہا۔جب حضرت حذیفہؓ روانہ ہونے لگے تو حضور اکرمؐ نے نصیحت فرمائی کہ آپؓ نے صرف دشمن کے اندرونی حالات پتہ کرنے ہیں، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کا کوئی قدم نہیں اُٹھانا۔یہ نصیحت سن کر آپؓ روانہ ہوئے اور چپکے سے رات کے اندھیرے میں دشمن کی صفوں میں داخل ہوگئے۔کسی کو بھی محسوس تک نہ ہونے دیا اور اس طرح گھل مل گئے جیسے اُنہی میں سے ایک فرد ہوں۔

تھوڑی ہی دیر بعد فوج کے سپہ سالار ابوسفیانؓ نے اپنے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ بات (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ جائے اس لیے ہر شخص اپنے دائیں بائیں دیکھ لے کہ کون بیٹھا ہے؟ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ یہ بات سنتے ہی میں نے اپنے ساتھ بیٹھے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ (شدید اندھیرے کی وجہ سے کوئی کسی کو دیکھ نہیں سکتا تھا)، اس شخص نے اپنا نام بتایا۔میں نے اسے موقع ہی نہ دیا کہ وہ میرا نام پوچھ سکے۔ابوسفیانؓ نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے خاندانِ قریش! تمہیں یہاں قرار نصیب نہیں ہوگا۔طوفان نے ہمارے جانور ہلاک کردیئے، بنو قریظہ ہم سے الگ ہوگئے، تیز آندھی نے ہمارے خیمے اُکھاڑ دیئے۔میری رائے یہ ہے ہمیں واپس چلے جانا چاہیے۔میں خود جارہا ہوں، اتنا کہا اور اونٹ پر سوار ہو کر اسے ایڑھ لگائی اور چل دیئے۔

حضرت حذیفہؓ چپکے سے وہاں سے نکلے اور سیدھا حضور اکرمؐ کے پاس پہنچے۔آپؐ نماز ادا فرمارہے تھے۔نماز ادا فرما کر حضور اکرمؐ نے حضرت حذیفہؓ کو اپنے قریب بٹھا لیا اور سخت سردی کی وجہ سے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ حضرت حذیفہؓ پر ڈال دیا۔حضرت حذیفہؓ نے ساری روئیداد کہہ سنائی۔ساری بات سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمانے لگے۔

حضرت حذیفہؓ نے ایران کے نہاوند، دینور، ہمدان اور مرے جیسے اہم ترین علاقے فتح کئے۔اس کے علاوہ آپؓ نے ایک بڑا کام یہ کیا کہ اس زمانے میں قرآن مجید کے مختلف نسخے رائج ہوگئے تھے، آپؓ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخے پر جمع کردیا۔حضرت حذیفہؓ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر بیحد تھا۔ آپؓ نے وصیت فرمائی کہ انہیں قیمتی کفن میں نہ دفنایا جائے۔وقت وفات آپؓ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ الٰہی! تُو جانتا ہے کہ میں نے زندگی بھر فقیری کو امیری پر، عاجزی وانکساری کو سربلندی وسرفرازی پر اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔عین اسی لمحے

جب آپؓ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کررہی تھی تو زبان پر یہ الفاظ تھے۔ دیکھو ذوق وشوق سے میرا حبیب آیا۔ دربارِ الٰہی میں جو شرمندہ ہوا اسے کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ پر فرمائیں۔

دعائے مغفرت

1- سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شمس الرحمان کی والدہ محترمہ

2- ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ محمد رمضان کے دادا محترم

3- ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی وزیرآباد کی والدہ محترمہ

4- ڈیرہ اسماعیل خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نذیر احمد کے والد محترم

وفات پاگئے ہیں۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

بقیہ صفحہ 42 (خواتین کا صفحہ)

بیٹے کا انتقال:

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بھائی عتبہ بن مسعود تھے۔ اُم عبد کے فرزند تھے اور انہوں نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ ہجرت فرمائی اور احد اور اس کے بعد کی جنگوں میں شریک رہے۔ عالم اور فقیہہ انسان تھے۔ عہدِ فاروقی میں وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے اُم عبد کا انتظار فرمایا۔ جب وہ آئیں (بیٹے کا چہرہ دیکھ لیا) تو انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج:۱، ص:۵۰۰)

وفات:

عہد فاروقی تک ان کے حیات رہنے پر یہ واقعہ دلیل ہے۔ اس کے بعد تاریخ خاموش ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 25 (اکرم التفاسیر)

وہ قادر ہے، اور فرمایا میں اسے قیامت تک محفوظ رکھوں گا۔ اب قرآن کی حفاظت ہوگی تو کیا ہوگا؟ کیا قرآن صرف کتابوں میں محفوظ رہے، اُسے ماننے، جاننے اور سمجھنے والا کوئی نہ ہو تو حفاظت کا حق ادا ہوگیا؟ اُس پر عمل کرنے والا کوئی نہ ہو تو حفاظت کا حق ادا ہوگا؟ فرمایا، یہ کتاب بھی رہے گی، اس کے ماننے والے، جاننے والے، سمجھنے والے بھی ہوں گے اور اس پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے اور یہ قیامت تک رہے گی۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارا اپنا کردار یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اُن لوگوں میں ہوں جنہیں اللہ کی حفاظت حاصل ہے، جو قرآن کے ساتھ ہیں یا کہیں اُدھر تو نہیں چلا گیا جو زبانی قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن عملاً چھوڑ بیٹھے ہیں۔

Siqarah The Learning Hub
International (SALHI)
A sister concern under Siqarah School System

Admissions Open Now
Play group,
Pre-kindergaten(Nursery)
Kindergarten (Prep)
Cell : 0300-4245232

SALHI
Offering
American Education System
Opening Soon

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

صقارہ سائنس کالج

SIQARAH

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2017 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

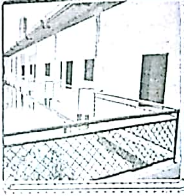

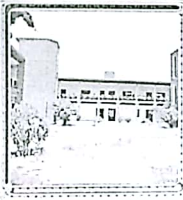

نمایاں خصوصیات.

سیلکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✓ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- ✓ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✓ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- ✓ نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✓ کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- ✓ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

محکمہ تعلیم کے نامور ماہرین کے زیر نگرانی

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Ph: 0543-562222

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج

F.sc(pre.med)	B.sc
Ics	F.sc(pre.eng)
F.A(IT)	I.com
	F.A

1۔ سائنس اور آرٹس تمام کورسز میں داخلہ جاری ہے۔

2۔ آغاز F.sc کلاسز یکم اپریل 2017ء

3۔ آغاز B.sc کلاسز 15 جولائی 2017ء

ادارے کی نمایاں خصوصیات	ہاسٹل کی نمایاں خصوصیات
تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم اور ملٹی میڈیا	طالبات کے لیے خصوصی طور پر باجماعت نماز کا اہتمام
سٹوڈنٹس کے لیے Seminars اور Presentation کا انعقاد	ہاسٹل طالبات کی بہترین دینی، دنیوی اور اخلاقی تربیت کا انتظام
M.Sc اور M.Fhil تجربہ کار اساتذہ	طالبات کے لیے کالج کے بعد ایکسٹرا کوچنگ کلاسز
پریکٹیکلز کی تیاری سلیبس کے ساتھ ساتھ	طالبات کے لیے غیر نصابی سرگرمیوں کا انعقاد
E.Cat اور M.Cat کے ٹیسٹ کی تیاری کی سہولت	طالبات کے لیے احادیث اور تصوف کی خصوصی کلاسز
جدید سامان سے آراستہ کمپیوٹر لیب اور سائنس لیب	طالبات کے مکمل تحفظ کے لیے دن رات سیکورٹی گارڈ
بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری	جنریٹر اور گیزر کی سہولت
انتہائی مناسب فیس کے ساتھ اعلیٰ معیار تعلیم	طالبات مڈل تا B.Sc ہاسٹل میں داخلہ لے سکتی ہیں

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

فون نمبر: 0543-562200، موبائل نمبر: 0332-8384222

طب

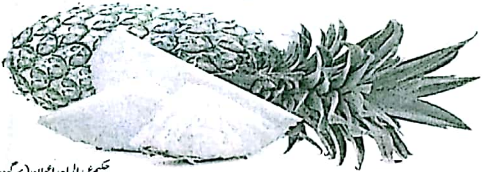

انناس
Pine Apple

گزشتہ سے پیوستہ

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

انناس کا استعمال انتہائی موذی مرض کینسر Cancer سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ نزلہ وزکام کو ختم کرتا ہے، خون کے لوتھڑے (clot) کو ختم کرتا ہے۔ جوڑوں کے امراض میں مفید ہے۔ تنگ شریانوں میں خون کی گردش کو بہتر کرتا ہے۔ نظام انہضام کو بہتر کرتا ہے۔ گلے کے درد، انفیکشن اور خناق میں فائدہ مند ہے۔ خناق میں انناس کے جوس میں پیاز کا پانی اور شہد ملا کر استعمال کیا جائے تو بہت فائدہ مند ہے۔

انناس کا استعمال متلی کے لیے بھی نافع ہے اسکے استعمال سے آنتوں کی انفیکشن، گردے کی پتھری، ہائی بلڈ پریشر، قبض اور ہسٹیریا جیسے امراض میں فائدہ ہوتا ہے گردے کی پتھری کے لیے اسکو لگاتار خالی معدہ استعمال کرنا چاہیے۔ یہ یاداشت میں کمی کو بھی بہتر کرتا ہے۔

100 گرام انناس میں پائے جانے والے غذائی اجزا کی ترکیب

پانی	86.50 گرام	زنک	0.08 ملی گرام
توانائی	49 کلوکیلوری	کاپر	0.110 ملی گرام
پروٹین	0.39 گرام	مینگانیز	1.649 ملی گرام
چکنائی	0.43 گرام	سیلینیم	0.6 ملی مائیکرگرام
کاربوہائیڈریٹ	12.39 گرام	وٹامن سی	15.4 گرام
فائبر (ریشہ)	1.2 گرام	تھایامین	0.092 ملی گرام
ایشن (راکھ)	0.29 گرام	رائبوفلیوین	0.036 ملی گرام
کیلشیم	7 ملی گرام	نیاسین	0.420 ملی گرام
فولاد	0.37 ملی گرام	پنٹیوتھینک ایسڈ	0.16 ملی گرام

زیارت حرمین شریفین پہ جانے کیلئے عمرہ پیکیج

شٹل سروس کیساتھ سستا ترین 21 دن 70,000 میں

IATA

1439ھ کے لیے بکنگ جاری ہے۔

PIA پی آئی اے
Pakistan International
PSA

روانگی لاہور، فیصل آباد، ملتان، اسلام آباد، پشاور اور کراچی سے 65000 میں جب چاہیں بکنگ کروائیں۔
اور وی آئی پی پیکیج تھری سٹار ہوٹلز 150 تا 200 میٹر فاصلہ حرمین شریفین 15 دن
100000 تا 110000 اور 21 دن 120000 تا 125000 علاوہ اکانومی پلس بجٹ پلس
300 میٹر تا 900 میٹر پیدل ایریا میں بہت سارے ہوٹلز کے پیکیج بھی موجود ہیں۔

نیز وی آئی پی پیکیج 15 دن فائیو سٹار ہوٹلز مکہ ٹاور مدینہ مرکزیہ فائیو سٹار وی آئی پی ٹرانسپورٹ جدہ مکہ مدینہ منورہ اور تمام زیارتیں وی آئی پی ناشتہ صرف 195000 میں بکنگ جاری ہے۔ روانگی انشاءاللہ احباب سلسلہ گروپ کے ساتھ
15 فروری تا 15 مارچ تک ہوگی۔
عمرہ پیکیج کیساتھ ترکی استنبول تین دن قیام تھری سٹار ہوٹل بمعہ زیارات صرف 30000 زائد علاوہ ٹکٹ۔

العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

عبداللہ چوک اکال والا روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ

رابطہ

حافظ حفیظ الرحمٰن پروپرائٹر العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

⇐ 0334-6289958 اس نمبر پر واٹس ایپ کی سہولت بھی موجود ہے۔ 0462511559

⇐ 0334-5565000,0334-0694165 0462512559 محمد عامر حفیظ رانا سکندر حفیظ

⇐ Ranahafeezurrehman1@gmail.com

to guard the Book of Allah (SWT).

The religious fraternity can be divided into two groups. The first group is of those accomplished Noble people who are spiritual masters known as Wali Allah (saints). The second group includes the learned scholars of religious teachings; they are the people of knowledge (Ahl-e-Ilm).Allah (SWT) says that both of the groups were assigned the task of protecting the Book of Allah (SWT) sent unto them. Hence, it is their duty to convey the message as well as to guide the people and practice themselves what they preached thereby safeguarding the rules sent by Allah (SWT).

The Rabbis (saints) and the Scholars were thus a witness to the Truth revealed in Allah's Book, Turat. They had a firm knowledge of the fact that it was Allah's Book based on Truth, with Commands based on justice. They knew for sure, that the Book of Allah (SWT) was a trove of inner as well as outward excellence because it offered fair solutions to worldly matters, too. However, beyond this point personal or vested interests became a hurdle in execution of the rules sent in the Book of Allah (SWT). Among the hurdles the primary was the fear of opposition from people. This fears creeps in the heart of those assigned with the duty to safeguard the Book. They fear that if they tell the Truth, the rules as sent in the Book, the people in power may persecute, harm or imprison them. In short they do not wish to annoy the influential people. They also fear that the truth might annoy people who benefit materially and thus their aid is withdrawn. Allah (SWT) says do not fear people but pay heed to the Magnificence of your Creator (SWT) and be steadfast on the Truth. If the people get annoyed by the Truth let them be annoyed but do not annoy Allah (SWT) by deviating from the path of guidance. If you forsake the path of Allah (SWT) in an attempt to please people, you will earn His (SWT) displeasure and it must be remembered that there is a huge difference in the displeasure of Allah (SWT) and the displeasure of people.

If Allah (SWT) is pleased with you, nobody can harm you, as Allah (SWT) will protect you. On the contrary if Allah (SWT) is annoyed with you but the people are happy, nobody can protect you from Him (SWT). Allah (SWT) says do not be afraid of people but be afraid of My Magnificence and fear me alone. Besides fear the second factor that leads religious people away from the right path is avarice or greed for wealth. They sell verdicts for money in spite of knowing that it is against the dictates of Allah's (SWT) Book. Allah (SWT) says do not sell my Commands for a petty price. Is this how much you value My Commands? Is this the respect you attach to My Orders? Be aware of the fact that whosoever passes verdicts against My Commands will be expelled from faith and will be a disbeliever. Since the matter pertains to the Beliefs and Ideology it harms the faith directly.

(To be Continued...)

became an Islamic state with a constitution based on Islamic laws. During this era an incident took place amongst the aforementioned Jewish clans. It so happened that a man from Banu Quraizah killed a man from Banu Nazair.

In their hearts the Jews knew that it was the Islamic system that gave justice and the Prophet (SAWS) decided cases fairly. So Banu Quraizah told Banu Nazair that they would rather take Prophet (SAWS) as their arbitrator and take His (SAWS) decision rather than following their own legal system. So the case was filed in the Court of Prophet (SAWS). Hence the verses (44-47) of Surah Maidah were revealed upon Prophet (SAWS) that it was up to Him (SAWS)to choose to be the judge for their dispute or not and if He (SAWS) may choose to take it up then He (SAWS) must decide fairly. Moreover, the Jews have their own Book, Turat which contains Allah's Commandments then why do they not make their own laws?

If the Prophet (SAWS) decides the disputes among the people of the Book and they live in their own sovereign land than the cases will be decided in accordance to their Book. On the contrary, if they live within an Islamic State than two rules must be observed by the State. The matters that are related to beliefs will be dealt with in line with their Book. These include marriage, divorce as well as all religious affairs. Whereas the matters that involve social disputes such as financial disputes, scuffles etc. will be settled according to Islamic law. This became the basis and Prophet (SAWS) was given the authority to enforce them as laws. Allah (SWT) says, 'Without doubt, We revealed the Turat, in which is guidance and light (44 Al Maidah). We blessed them with our Book Turat which provided them in their era with complete guidance over all matters of life faced by them. It guided them to justice and truth in life and it was a light from Allah(SWT) that dispelled the darkness of ignorance and highlighted the paths to be followed.

Hence Turat had rules that were based on justice as well as Light that offered spiritual excellence. It is said "We doubt, we revealed the Turat, in which is Guidance and Light. The Messengers who were obedient (to Allah) used to instruct the Jews according to it; and so did the Men of Allah and the religious scholars because they had been commanded to protect the Book and they were its witness. Therefore do not fear people and fear Me, and do not sell all my ayat (verses) for a petty price (worldly wealth). And whoever does not ordain according to Allah's Revelation (Commands) then such are the disbelievers. (44: Al Maidah). These verses say that the Prophets (AS) made decisions according to the dictates of Turat, as they were obedient servants of Allah (SWT). They (AS) accepted what He (SWT) had ordained in His (SWT) Book. Besides the Prophets (AS), the saints and the religious scholars too executed the Commands given in the Book as they had been assigned the task

Translation of Akram-ul-Tafaseer

(Surah Al Maida)

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

The seventh segment (rakooh) of Surah Al-Maidah begins with the verses that were revealed when a strange situation came up amongst the two Jewish clans, residing in the outskirts of Medina Munawara; these were Banu Nuzair and Banu Quraijah. The former were very affluent and mighty in terms of manpower while the latter were weak in every respect. It is, however, a fact that when human beings take decisions in their hands they end up doing wrong, in the name of justice.

Justice is what Allah (SWT) has ordained for mankind as to Him belongs all His creation; be it rich or poor, powerful or downtrodden. Hence the rules and regulations set by the Creator are perfect as well as worthy of being termed as "Justice". Whenever man devises laws that are contrary to the laws decreed by Allah (SWT), the system is bound to relieve the influential elite, which trap the weak segment of the society.

Before the advent of British rule in the sub-continent, Islamic system and Laws were practiced in the land, and considered as the constitution of the entire sub-continent. The Islamic Justice that was implemented during the reign of Aurangzeb Alamgir (RAU) and documented as Fatawa-e-Alamgiri is followed even today by Islamic Jurists to pass their verdict on issues. These rules were formulated according to the rules sent by Allah (SWT) and as taught by His (SWT) Messenger (SAWS). When British took over the sub-continent they abolished the legal system based on Islamic Jurisprudence and introduced their own so-called "Justice" system.

Since a man-made system of justice will make sure to favor the powerful and exploit the weaker, it was also true for the Jewish community in Medina. Hence, there were different rules for Banu Nuzair and Banu Quraijah based on their status. Banu Nuzair being the influential clan devised a system which favored them. One of their rules was that if a member of Banu Quraijah, the weaker clan, killed a member of the Banu Nuzair than the murderer will pay blood money as well as be executed. The blood money was fixed as a certain quantity of dates. On the contrary, if a member from Banu Nazair killed a person from Banu Quraijah then the murderer would only pay blood money but would not be executed in return. This was their so-called "Judicial System" which gave justice! When Prophet (SAWS) migrated to Medina, it

conflict with anything superior to it, (e.g. Qurān and Hadith) does not incur any censure of Shari'ah but is liable to suffer physical and material discomforts.

In fine, kashf and ilhām do promote knowledge. It will be wrong to ignore them as do the Ulama of external sciences. It has also been brought out that it is not obligatory to act upon them as held by some sûfis. The truth lies in between, i.e. they are a source of knowledge and may be acted upon, but it is not obligatory to do so. The following discourse will illustrate this point:

Then Satan whispered to them.(7: 20)

And when they tasted of the tree, their shame was manifested to them. (7: 22)

1. Here chastity is connected with the whisper of the devil. The latter by itself is not a sin till it leads to some sinful act, but it is derogatory to one's excellence.

2. The Divine address to Prophet Adam-A.S. and Eve before they tasted the tree, "...but come not near this tree..." and "And their Rabb called them..." was by way of inspiration, and not revelation through Jibril-A.S. Imam Razi explains that the said address was made through ilhām to both of them individually.

"There was no human being in Paradise other than Adam-A.S. and Eve. The Divine address to Eve was by direct inspiration and not through revelation, as is evident from the wording of the said verse." (Arba'in fi Usul id-Din, p: 339)

3. Their failure to act upon their ilhām subjected Adam-A.S. and Eve to physical and worldly afflictions. It was not a punishment for breaking any religious law, though the actual wording of the Qurān is: "Adam disobeyed..." This disobedience is in the literal, as distinct from the legal sense (i.e. the crime disclosed in the Qurān that "...their shame was manifested to them..." is not a sin). Such an exclusive exposure between the consorts does not violate the Shar'iah. This proves that ilhām is a source of knowledge and should be acted upon, or else the defaulter is subjected to physical and worldly distress. It is, however, not obligatory in the eyes of Shari'ah.

Similarly Hadhrat Maryam (Mary) was addressed five times by means of ilhām:

1. And made Zakariah-A.S. her guardian. Whenever Zakariah went into the sanctuary where she was, he found that she had food. He said, "O Mary! Where does this (food) come from?" (3: 37)

The above revelation relates to physical upbringing.

2. And when the angels said, "O Mary! Surely ALLAH has chosen you and made you pure, and has preferred you above (all) the women of creation." (3: 42)

This revelation portrays spiritual upbringing.

3. "(O Mary! Be obedient to your Rabb; prostrate yourself and bow with those who bow (in worship)." (3: 43)

This revelation imposes religious duties on Mary.

(To be Continued...)

the plausible excuse that the real goal is to acquire His Pleasure; forgetting that kashf and ilhām are after all manifestations of His Pleasure, denied to those with whom He is displeased. Still others, giving vent to their envy in a seemingly scientific manner, say that kashf is a zanni (speculative) affair and as such of no consequence. They are confounded, of course, when asked:

"Whether all of the books of Fiqh and Hadith comprise only the categorical ordinances and Twaatir type of Hadith?

"Are Witr, Sunnah and Nawafil proved from categorical Qurānic injunction?

"What would be the fate of Fiqh (containing innumerable zanni ordinances), if kashf is rejected on this plea? Some people declare that kashf is prone to error. This argument has already been sufficiently refuted on the ground that religion as a whole is based on tradition, handed down through the generations. Since the possibility of error exists in every tradition, should we abandon the religion itself? Some argue that kashf and ilhām do not constitute an authority in Shari'ah. As stated earlier, this amounts to the denial of Twaatir.

To cap it all, some fools profess that an infidel can also have kashf. This is nothing but an utter delusion! How can people, for whom ALLAH states, "For them the gates of Heaven will not be opened" (7: 40), experience kashf, get a glimpse of Paradise and Hell, or meet the spirits of Prophets and Angels? Would an infidel, having kashf, not be able to see his ancestors being tortured in the Hell and believers making merry in Paradise? Would he still remain an infidel and persist in his wrong beliefs? Remember that an infidel's belief, his conduct, his words, his heart are all benighted. Is it possible to see things in darkness? Therefore, kashf cannot be the lot of an infidel. Should he claim such a thing, it is the devil's whisper; if he sees Angels (as did the infidels in the Battle of Badr) they would, of course, be the bearers of Divine punishment, not His reward [See Essay-4 Kashf to a Non-believer].

The exoterics, who are easily taken in, should take note that an infidel, toiling in hunger and thirst, gets physically weak and his blood and body fats are reduced. As a result he achieves a sort of concentration and his heart receives reflections of some material objects. This is the reality of his 'kashf'. How can he possibly discover Realities, the conditions prevailing in Barzakh, Paradise, Hell, the Throne and the Chair?

Truly that is the light for which He selects any of His bondsmen He wills. (24: 35)

Evaluation of the Ulama in the Light of the Qurãn

The Ulama possessing knowledge of external sciences, feel justified in denying kashf and ilhām, while the sûfis consider their denial unlawful if kashf or ilhām does not conflict with Shari'ah. As a matter of fact, a person who ignores the dictates of his kashf or ilhām not in

KASHF AND ILHAM

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Continued...

Chapter XVII

The believer is witnessing every event with his own eyes. Such a person is said to really believe in the Day of Judgement, as claimed by Harith (RAU) in the Hadith quoted above, which drew the Prophet (S.A.W.S)'s comment, "Here is a believer whose heart ALLAH has illuminated."

Note: This proves that true faith comes after peace of the heart, which in turn is obtained by the zikr as enunciated in the Qurãn:

Truly, in the remembrance of ALLAH do the hearts find peace. (13: 28)

True faith means the illumination of a believer's heart to such an extent that he beholds the Throne of the Rabb, from where His Commandments are issued, the events of Barzakh, Paradise and Hell. This is called kashf and this is the indication of true faith.

Question: And what do you say about the other Companions, of whom such events have not been recorded?

Answer: Absence of record does not connote absence of kashf. The former is not sine-quo-non for the latter. The incidents of kashf of the Companions recorded in Hadith are innumerable. Only a few examples have been listed above; as a detailed study of the same is not intended here.

In fine, kashf and ilhãm are inner inspirations forming part of the attributes of Prophethood and its heritage. They constitute a guideline after the end of Prophethood and direct revelation through Jibril-A.S. This Divine bounty is bestowed to prophets and is inherited only by their true followers. It has nothing to do with evil-doers and is confined only to a chosen few, whose hearts are illuminated with true faith.

This discourse has drawn on longer than intended. The reason is that while some of our neophytes are bestowed with and talk about Kashf-e Qubûr, the quasi-maulvis, bereft of inner light as they are, knit their brows and scold. The self-styled claimants of wilayah, who have coined for themselves the lofty titles of 'His Highness', 'Leader of the Path', 'Master of the Mysteries of Shari'ah', 'Qutb al-Aqtãb', etc. should feel ashamed at their ethereal bankruptcy and they indulge in loose talk of all sorts to uphold their vanity. Some of them claim that such attributes are reserved for their ancestors and progeny without assigning any reason for this family reservation. Others reject outright kashf and ilhãm, on

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1۔ تعارف (اردو)	15.00
2۔ تعارف (انگلش)	20.00
3۔ دلائل السلوک (اردو)	250.00
4۔ دلائل السلوک (انگریزی)	250.00
5۔ حیات النبی ﷺ	30.00
6۔ حیات برزخیہ (اردو)	200.00
7۔ حیات برزخیہ (انگریزی)	40.00
8۔ اسرار الحرمین	80.00
9۔ علم و عرفان (اردو)	25.00
10۔ علم و عرفان (انگریزی)	25.00
11۔ عقائد و کمالات علمائے دیوبند	50.00
12۔ سیف اویسیہ	40.00
13۔ تفسیر آیات اربعہ	25.00
14۔ الدین الخالص	200.00
15۔ ایمان بالقرآن	80.00
16۔ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	200.00
17۔ تحقیق حلال و حرام	40.00
18۔ شکست اعدائے حسینؓ	30.00
19۔ داماد علیؓ	20.00
20۔ بنات رسول ﷺ	15.00
21۔ الجمال والکمال	40.00

ابوالاحمدینؒ

22۔ حیات طیبہ اول	600.00
23۔ حیات طیبہ دوئم	500.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔ اسرار التنزیل (اردو) تفسیر قرآن چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	2100.00
2۔ اسرار التنزیل (انگلش) تفسیر قرآن پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	2000.00
3۔ اکرم التفاسیر (زیر طبع) تفسیر قرآن جلد اوّل تا جلد انیس (فی جلد)	380.00

1۔ غبار راہ اول	150.00
2۔ غبار راہ دوئم	100.00
3۔ ارشاد السالکین اول	50.00
4۔ ارشاد السالکین دوئم	30.00
5۔ لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔ دیار حبیب میں چند روز	40.00
7۔ نور و بشر کی حقیقت	20.00
8۔ کنز الطالبین	200.00
9۔ راہی کرب و بلا	20.00
10۔ رموز دل	50.00
11۔ حضرت امیر معاویہؓ	35.00
12۔ طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔ تعلیمات و برکات نبوت	200.00
14۔ خطبات امیر	120.00
15۔ کنوز دل	250.00
16۔ نقوش	500.00
17۔ درود و سلام	20.00
18۔ تصوف کیا ہے	20.00
19۔ شجرہ مبارک	20.00
20۔ محافل شیخ	200.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

1۔ انوار التنزیل	25.00
2۔ چراغ مصطفوی ﷺ	35.00
3۔ اطمینان قلب	60.00
4۔ تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔ تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	120.00
6۔ کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7۔ کس لئے آئے تھے (انگلش)	25.00
8۔ بزم انجم	40.00
9۔ عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ ذکر اللہ (اردو)	15.00
11۔ لغزشیں	25.00
12۔ مغالطے	30.00
13۔ ٹھوکریں	20.00
14۔ قرآن حکیم اور دعوت تبلیغ	15.00
15۔ قضا اور ہماری زندگی	40.00
16۔ والناس	10.00
17۔ خدایا ایں کرم بار دگر کن	40.00
18۔ تصوف کی پہلی کتاب	50.00
19۔ تصوف کی دوسری کتاب	70.00
20۔ تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	100.00
21۔ دین و دانش	25.00
22۔ اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ ہشت روزہ کورس	200.00
2۔ سہ ہفتہ کورس	300.00
3۔ پنج ہفتہ کورس	250.00
4۔ چشمین گویاں	30.00
5۔ اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
6۔ اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	120.00
7۔ طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون 04235182727

شعبہ نشر و اشاعت دارالعرفان منارہ چکوال Phone: +92543562200 Fax: +92543562198

E-mail: darulirfan@gmail.com web site: www.oursheikh.com

October 2017

Muharram-ul-Haram/Safar-ul-Muzaffar 1439/H

MONTHLY Al-Murshid

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَةَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَةٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ۔ (رواہ الترمذی: بَابُ مَا جَآءَ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانِ)

Hazrat Ibn-e-Umar (RAU) narrates that Prophet (SAWS) said: "Do not engage in excessive conversation without Allah's Zikr (remembrance) as it hardens the heart. The person whose heart has been hardened is the most distant from Allah (SWT).

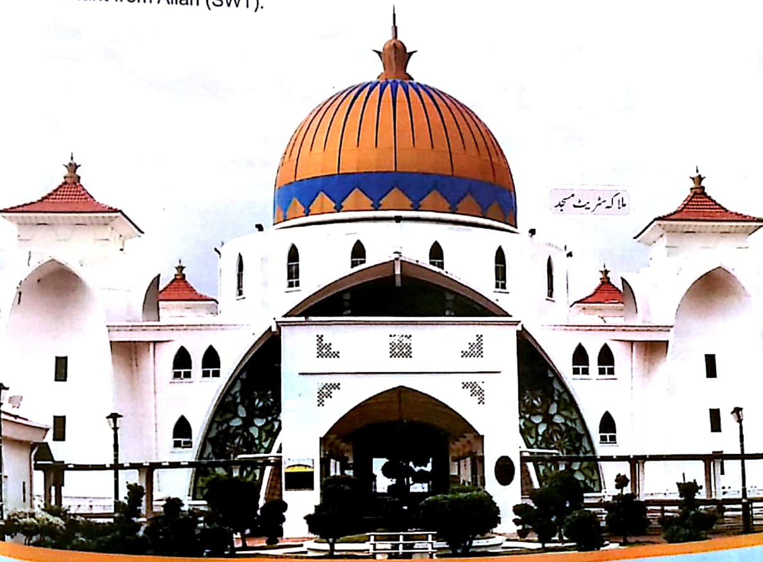

The Auspicious Court of Allah (swt) is such that all those who come do not go without being blessed.

Al-Sheikh Maulana Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255